مسلسل اشاعت کے اُنچاس سال

بیاد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

588
شوال ۱۴۳۵ھ
اگست 2014ء

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلیٰ اٰلِہٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ
الحق
اکوڑہ خٹک

جلد نمبر 49
شمارہ نمبر 11
شوال ۱۴۳۵ھ
اگست ۲۰۱۴ء

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ
مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی
ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

- نقش آغاز: ماہنامہ الحق کے مدیر معاون شفیق الدین فاروقی کی المناک جدائی ...... راشد الحق سمیع حقانی ۲
- عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات ...... مولانا حافظ عرفان الحق حقانی ۶
- زکوٰۃ کی اہمیت و فضیلت .... حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب ۱۸
- اسپرم بینک: تصور، مسائل اور اسلامی نقطۂ نظر .... مولانا محمد رضی الاسلام ندوی ۲۵
- لانگ مارچ پر مبنی سیاست .... جنرل محمد اسلم بیگ ۳۴

گوشہ فاروقی صاحب:

- الحاج شفیق الدین فاروقیؒ کا سانحۂ ارتحال .... مولانا عبدالقیوم حقانی ۳۷
- ساعتے با اہل حق (فاروقی صاحب کی یاد میں) .... مولانا حبیب اللہ حقانی ۴۳
- جناب شفیق الدین فاروقی کی رحلت .... مولانا عرفان الحق ۵۱
- تعزیتی خطوط .... ادارہ ۵۶
- دارالعلوم کے شب و روز .... مولانا حامد الحق حقانی ۶۱
- تعارف و تبصرہ کتب .... محمد اسرار ابن مدنی ۶۳

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔
فون نمبر: +92 923 -630435
فیکس نمبر: +92 923 -630922
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/30 روپے۔ سالانہ -/350 روپے۔ بیرون ملک 35$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق، مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ منظور عام پریس پشاور
کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز — بسم اللہ الرحمن الرحیم — راشد الحق سمیع حقانی

ماہنامہ الحق کے مدیر معاون، مردِ شفیق
جناب شفیق الدین فاروقی کی المناک جدائی

شاہراہ زیست کے ٹیڑھے میڑھے راستوں ،اَن دیکھی منزلوں کا اپنا ہی ایک الگ دستور ہے۔اس پہ کہیں خوشی اور بہرہ مندی کے نخلستاں نظر آتے ہیں تو کہیں غم و اندوہ کے گڑھے جگہ جگہ آپ کو نظر آئیں گے،کہیں مسافروں کو اس پہ تپتی دھوپ کا آنچل ملتا ہے تو کبھی کبھی مسلسل چھاؤں کے ٹھنڈے نخلستاں میسر آتے ہیں لیکن شومئی قسمت کہ کچھ عرصے سے مسلسل دستِ اجل بار بار جامعہ حقانیہ اور ہمارے خاندان کے دروازوں پر دستک دے رہی ہے،اب اپنے پیاروں کی نوحہ خوانی کرتے کرتے قلم میں خون کے آنسو بھی خشک ہوگئے ہیں۔ابھی چند ماہ پیشتر ہی نشتر اجل کے ہاتھوں استادِ محترم فانی صاحب کی وفات کا زخم سینے میں ہرا بھرا تھا بلکہ رَس رہا تھا کہ ایک اور جان لیوا گھاؤ نے ہوش وخرداور صبر وقرار کو ذبح کردیا۔ ؎ ظلمت کدے میں میرے شب غم کا جوش ہے اک شمع ہے دلیل سحر سو خموش ہے

ماہنامہ ''الحق'' کے چالیس برس سے زائد کی خدمات کے امین ،حضرت والد ماجد مولانا سمیع الحق صاحب کے سیکرٹری،رفیق سفر وحضر،معتمدِ خاص ،دست و بازو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ بانی دارالعلوم حقانیہ کے خصوصی چہیتے ،عقیدت مند، خادم اور راقم کے بہنوئی ،مخلص دوست ،مہربان اور الحق کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد میرے معاون ومیرے سرپرست شفیق الدین فاروقی ایک سال کی طویل علالت (کینسر و فالج کے جان لیوا امراض) کے بعد رمضان المبارک میں مغفرت کے عشرے ۲۷/ رمضان المبارک بروز جمعرات ۲۴/ جولائی ۲۰۱۴ء کو اپنی طویل خدمات کا نقد صلہ وصول کرتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔انا لِللّٰہ وانا الیہ راجعون۔ان کو پہلے دن سے اپنی بیماری کا علم ہو چکا تھا کہ انکی بیماری کس قدر مہلک اور جان لیوا ہے،لیکن شفیق صاحب جس صبر وشکر کے ساتھ بیماری کا مقابلہ کرتے رہے وہ انتہائی حیران کن صبر وحوصلے والے انسان تھے۔موت تو اِک دن ہر کسی کو آنی ہے لیکن شفیق بھائی جان کو اللہ تعالیٰ نے بڑی قابل رشک موت عطا کی۔آپ بڑے اعزاز اور اُخروی لحاظ سے بشارتوں والی راتوں (۲۷ویں اور جمعہ کی شب) میں اس جہان فانی سے جہان باقی کوچ کر گئے۔ ؎ آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

یہ عمر بھر دارالعلوم حقانیہ کے ساتھ وابستگی اور ماہنامہ ''الحق'' کی شبانہ روز خدمات کا صلہ اور اپنے سارے خاندان سے دور رہ کر کراچی جیسے بڑے شہر کو ترک کر کے اکوڑہ خٹک جیسے چھوٹے گاؤں کو ترجیح دینے کا نقد بدلہ اللہ تعالیٰ نے چکا دیا۔

شفیق بھائی جان میرے اُن کرم فرماؤں میں سے تھے جن کے خلوص و محبت کے طفیل ماہنامہ ''الحق'' کی ادارت کی ذمہ داریاں مجھے نبھانا آسان ہوگئیں تھیں۔ میری محرابِ زندگی میں باقی آپ اُن دو چار چراغوں میں سے ایک رہ گئے تھے جن کی لَو سے اپنے ٹوٹے پھوٹے ظلمت کدے وجود میں زندہ رہنے اور کام کرنے کا حوصلہ ملتا تھا۔ اسی طرح حضرت والد مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی طویل سیاسی، علمی، دینی، ہنگامہ خیز زندگی میں آپ نے قدم قدم پر اِنکا ایسا ساتھ نبھایا کہ محمود و ایاز کا قصہء پارینہ دوبارہ تازہ ہوگیا۔ دوستی، وفاداری، اطاعت شعاری کا مثالی کردار تادمِ واپسیں ادا کرتے رہے۔

اپنے آباؤ اجداد کی طرف شفیق مرحوم بھی صاحبانِ علم و ادب کے گرویدہ بلکہ اس قافلہ کے راہ رَو تھے۔ انتہائی بلند اخلاق سے آراستہ، وضع دار، ملنسار، شائستہ، مہذب، باذوق، خوش فکر، خوش مزاج، انجمن آراء اور علم دوست انسان تھے۔ آپ وسیع المطالعہ تھے، اس حوالے سے آپ قدیم و جدید معلومات کا ایک دفتر تھے۔ اسی طرح ''ہرفنِ مولا'' جسے کہا جاتا ہے وہ تمام صفات ہم نے آپ ہی میں پائیں۔ دارالعلوم اور ہمارے خاندان کے تمام افراد کو فنی مشاورت و سہولیات آپ وقتاً فوقتاً فراہم کیا کرتے تھے۔ شعر و ادب کا انتہائی اعلیٰ ذوق بھی اللہ نے عطا فرمایا تھا۔ ابھی وفات ہونے سے کچھ دن پہلے میں انہیں ویل چیئر پر بٹھا کر باہر سڑک کے قریب لایا، آپ سروس روڈ پہ کھڑے ہوکر کاروبارِ زندگی اور لوگوں کی بھاگ دوڑ، گاڑیوں کی برق رفتاری اور زندگی کے میلوں کو دیکھ کر گہری سوچ میں پڑ گئے۔ میں نے انکا خیال بٹانے کیلئے اور اِنکے حافظے کو ٹٹو لنے کیلئے غالب کے شعر کا پہلا مصرع پڑھا

بازیچہ اطفال ہے دنیا میرے آگے ...... آپ فوراً گویا ہوئے ...... ہوتا ہے شب و روز تماشا میرے آگے۔

اسی طرح دورانِ بیماری تقریباً ہر روز اِن کی عیادت کا موقع ملتا رہا، اکثر ضعف اور بدن میں کینسر و فالج سے پیدا شدہ دردوں کی ٹیس سے بات چیت کرنا مشکل ہوتی لیکن اگر کوئی شعر وغیرہ میں پڑھتا تو اِن کی پژمردگی میں کمی واقع ہوجاتی اور شعر کا دوسرا مصرع اکثر و بیشتر دُہرا دیتے۔ زندگی کے آخری آٹھ دس سالوں میں درود شریف کی کثرت اور دیگر وظائف میں ہمہ وقت مصروف رہتے، گوکہ آخری برسوں میں فکرِ معاش اور اقتصادی مسائل نے معاشرے کے دیگر شرفاء کی طرح انہیں بھی نیم جاں کردیا تھا لیکن پھر بھی ہر حال میں صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ گوکہ حضرت والد صاحب اور مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے ساتھ ایک طویل پارلیمانی عرصہ میں ہر وقت رہنے کے باوجود عمر بھر کسی بھی حاکمِ وقت اور کسی بھی

بڑے سے بڑے سرکاری عہدے دار ، کارخانہ داراور رؤسا وقت سے دنیا کا چھوٹا یا بڑا مفاد بھی اِن چالیس برسوں میں طلب کرنا اپنے لئے مناسب نہ سمجھا، حالانکہ اگر چاہتے تو اپنے لئے سب کچھ کر سکتے تھے کیونکہ مولانا کے وجہ سے ہر دور کے حکام امراء اور وزراء تک صرف رسائی نہیں بلکہ ان کے دسترس میں تھے لیکن حقیقتاً وہ بازارِ دنیا سے گزرے ضرور تھے لیکن خریدار نہ تھے۔ ایک بار بینظیر کے دوسرے دورِ حکومت میں سابق صدرِ پاکستان آصف علی زرداری حضرت والد صاحب مدظلہ سے ملاقات کی غرض سے تشریف لائے اور شفیق صاحب سے گپ شپ لگاتے رہے اور آخر میں اِن سے اتنے متاثر ہوئے کہ والد صاحب کو سنجیدگی کے ساتھ آفر کی کہ شفیق صاحب تو انتہائی ذہین ،بُردبار اور منتظم انسان ہیں۔ انہیں میں پرائم منسٹر ہاؤس میں کسی بڑے سے بڑے عہدے پر کل ہی سے لگانے کی آفر کرتا ہوں، یہ ہمارے لئے یہ ایک بڑا سرپرائز ہوگا۔ یہ میرے پی ایم ہاؤس میں اپنے لئے دفتر مخصوص کرلیں لیکن شفیق صاحب نے مسکراتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا اور حضرت والد صاحب مدظلہ کی خدمت کو ترجیح دی۔اسی طرح موجودہ گورنر صوبہ خیبر پختونخوا کے سردار مہتاب احمد خان جب آج سے آٹھ دس برس قبل اِسی صوبے کے وزیراعلیٰ تھے تو اکوڑہ تشریف لائے تھے، یہ شفیق صاحب کے سکول کالج کے زمانے کے کلاس فیلو اور بے تکلف دوستوں میں سے تھے ،وزیراعلیٰ کی حیثیت سے دارالعلوم تشریف لارہے تھے تو کسی نے بھائی جان سے کہا کہ آپ کے تو بے تکلف دوست ہیں،کوئی بھی کام اِن سے کروالیں لیکن پشتو میں بے پروائی کے ساتھ کہا کہ چھوڑو یار، گھر آئے ہوئے مہمانوں سے لوگ تقاضا نہیں کرتے۔

بہرحال عمر بھر وضع داری سے زندگی گزارتے رہے۔ ماشاء اللہ آپ کے چاروں بھائی بڑے آسودہ حال اور بڑی بڑی ملازمتوں پر پاکستان اور بیرون ملک فائز ہیں۔لیکن آپ نے دارالعلوم کی معمولی تنخواہ پر قناعت کیا۔ابھی بیماری کے دوران ہماری محترمہ ہمشیرہ باجی سے ایک دن کہا کہ اَب میں بڑا مطمئن ہوں گو کہ زندگی بھر میں سارے خاندان اور بہن بھائیوں سے کٹا رہا لیکن اَب بیماری اور اِس سے پہلے دارالعلوم کے اساتذہ ،مشائخ اور فضلاء حقانیہ نے مجھے جو پیار و محبت اور اپنی شبانہ روز دعاؤں میں یاد رکھا ہے، اس سے اب مجھے بڑا کامل اطمینان ہوچلا ہے کہ میرا اکوڑہ اور دارالعلوم آنے کا فیصلہ درست تھا اور زبانِ حال سے گویا تب والد صاحب سے کہہ رہے تھے۔

؎ کہیں نہ جائیں گے تا حشر ترے کوچے سے   کہ پاؤں توڑ کے بیٹھے ہیں پائے بند ترے

ع اس عہد کو ہم وفا کر چکے...... ایسے خوش قسمت افراد کے بارہ میں کہا گیا ہے کہ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا(الاحزاب:۲۲) آپ ماہنامہ ''الحق'' کے جملہ شعبوں میں میرا ہاتھ بٹاتے رہتے ،دارالعلوم کے شب

وروز کے عنوان سے تقریباً چالیس برس تک آپ یہاں کے کوائف لکھتے اور جمع کرتے رہے۔الحق کے ضخیم انڈکس کا کوئی صفحہ اِن کے نام سے خالی نہیں ۔مؤتمر المصنفین کے شعبہ میں بھی اکثر و بیشتر کتابوں کی اشاعت اوراس کی ترتیب و تدوین میں آپ پیش پیش رہے۔عظیم مجموعہ ''مکاتیبِ مشاہیر'' کی سینکڑوں فائلوں کو سنبھالنا اور ان کو محفوظ کرنے میں بھی حضرت والدصاحب مدظلہ کے ساتھ ساتھ رہے۔پھر دارالعلوم اور ہمارے خاندان کا ایک اہم شعبہ دنیا بھر سے آئے ہوئے مہمانوں اورقومی اسمبلی وسینٹ کے اُمور اور خصوصاً یادگار شخصیات کی صوتی اور بصری ریکارڈ کا تمام انتظام و انصرام بھی ان کے ذمے تھا۔انہی کی وجہ سے ہمارے پاس یادگار شخصیات اور تاریخی مواقع اور سیاسی اجتماعات کے ریکارڈ کا عظیم ذخیرہ موجود ہے جس کا بڑا حصہ ہم نے مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی فیس بک پروفائل پر اکثر و بیشتر شیئر کردیئے ہیں اور ہزاروں اب بھی ترتیب و اشاعت کے مرحلے میں ہیں۔بہرحال ایسے ہنرمند قابل وفاضل رفیق سفر اور خاندان کے ایک اہم فرد کا یکا یک اٹھ جانا میرے جیسے کم ہمت انسان کیلئے خاندان حقانی اور خصوصاً بڑھاپے میں حضرت والد صاحب مدظلہ کیلئے یقیناً ناقابل برداشت نقصان ہے۔اورسب سے بڑھ کر ہماری محترمہ بڑی بہن ، بھانجیوں اور بھانجوں عمار شفیق ،حذیفہ شفیق ودیگر کیلئے یہ صدمہ یقیناً ناقابل برداشت ہے لیکن اللہ کی مرضی کے سامنے ہم سب سرنگوں ہیں۔جامعہ حقانیہ میں واقع مرکزی عیدگاہ میں آپ کا نمازِ جنازہ ادا ہوا۔شدتِ غم کے باعث حضرت والدصاحب مدظلہ نماز جنازہ نہ پڑھا سکے لہٰذا ان کے اصرار اور خواہش پر شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب نے اِن کا نماز جنازہ پڑھایا۔اور پھر دارالحفظ ، دارالحدیث کے درمیان واقع قبرستان حقانی میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے قریب،فاضل دیوبند حضرت مولانا عبدالحنانؒ اور افغانستان کے سب سے بڑے شیخ الحدیث اخونزادہ اور دیگر شہداء اور حفاظ کے جھرمٹ میں آپ کو قبر کے لئے بہترین جگہ میسر آئی۔۲۷ویں شب میں لیلۃ القدر کا اہتمام ہوتا ہے، اس عظیم الشان جمعہ کی رات میں تقریباً دس بجے آپ کی تدفین روح پرور ساعت میں اختتام پذیر ہوئی۔برادرم مولانا حامد الحق نے تدفین وغیرہ کے جملہ انتظامات سرانجام دیئے۔راقم چونکہ حرمین کے سفر پر تھا،جیسے ہی مدینہ منورہ میں یہ اطلاع ملی تو اُسی وقت شفیق بھائی جان کیلئے عمرہ کا احرام باندھا اور اُسی رات ۲۷ویں شب تدفین کے اوقات میں اِن کیلئے عمرے کی سعادت حاصل ہوئی۔گوکہ آپکی آخری ملاقات کی حسرت دل میں عمر بھر کیلئے رِہ گئی لیکن اِن کیلئے ۲۷ویں رات کے عمرے کے ثواب سے یک گونہ اطمینان قلب حاصل ہورہا ہے۔اپنے باذوق رفیق کار بھائی جان کی نذر آخری دو اشعار:

نہیں بیگانگی اچھی رفیق راہ منزل سے — ٹھہر جاا ے شرر ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا — تمہی سو گئے داستان کہتے کہتے

مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی*

مولانا مفتی محمود اور مولانا سمیع الحق کے ہری پور جیل میں مصروفیات

عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات

۱۹۷۷ء تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران ہری پور جیل میں جناب شفیق الدین فاروقی کی ڈائری

قسط (۳۰)

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزہ و اقارب' اہل محلہ و گردو پیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے۔ آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔ جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔ احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی گئی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ' تحقیقی عبارت' علمی لطیفہ' مطلب خیز شعر' ادبی نکتہ' اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔ اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔ تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔ اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں...... (مرتب)

دوران اسارت کا ایک اہم ترین واقعہ جنرل ٹکا خان وزیر دفاع اور وزیر اعظم بھٹو کی تجویز پر راولپنڈی منتقلی: دورانِ اسارت ایک اہم واقعہ مولانا سمیع الحق صاحب، حاجی فقیر محمد خان صاحب (ایم این اے) کا سابقہ جنرل ٹکا خان حال وزیر دفاع پاکستان کے کہنے پر راولپنڈی جانے کا پیش آیا۔ ۲۴ گھنٹے کا یہ سفر شاہراہ قراقرم کے سلسلہ میں ان حضرات کو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے سی ایم ایچ ہسپتال راولپنڈی میں ملانے کے سلسلہ میں تھا دلچسپ سفر کی تفصیل یہ ہے......شاہراہ قراقرم جو شاہراہ ریشم بھی کہلاتا ہے، ریشم کی طرح باریک اور سخت دشوار گزار گھاٹیوں اور سربفلک پہاڑوں کے لحاظ سے پاکستان کا گویا پل صراط کہلاسکتا ہے، یہ راستہ سوات اور ہزارہ

---

* مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

کے کوہستانی علاقوں سے گزر کر پاکستان کو چین سے ملاتا ہے،ایوب خان مرحوم کے زمانہ میں پاکستان اورچین کے باہمی معاہدے کے بعد اسکی تعمیر شروع ہوئی اورچین نے بھی اس کی تعمیر میں اپنے سخت جان چینی کاریگروں اورانجینئروں کولگایا۔

شاہراہ ریشم کی نازک جغرافیائی حیثیت اورتحریک میں اسکی احتجاجاً بندش:

یہ سڑک ایسے بلند وبالا پہاڑوں کوکاٹ کاٹ کر بنائی گئی ہے کہ جہاز بھی اسے بے خطر ہوکرعبورنہیں کرسکتے،ہیلی کاپٹر بھی ان پہاڑوں کے درّوں سے گزرتا ہےتواس کی پرواز بعض سڑکوں سے بہت نیچی ہوتی ہے اوراوپر سے پتھر مارکربھی اسے گرایا جاسکتا ہے،اگرکوئی گاڑی ذراسی سڑک سے سرک کرنیچے گرجائے توکئی کئی ہزارفٹ کی مہیب گھاٹیوں میں اسکے پرزے تک بھی نہ مل سکیں۔

چین کی اہم بین الاقوامی حیثیت اور پاکستان اورچین کے درمیان اسی راستہ کی شہ رگ کی طرح اہمیت نے اس شاہراہ کو دنیا میں نازک جغرافیائی حیثیت دیدی ہے،قومی اتحاد کی اسلامی تحریک شہروں اوردیہاتوں سے گزرکر جب دورافتادہ سرحدی علاقوں اوران سربفلک پہاڑوں تک کواپنی لپیٹ میں لے چکی جو پاکستان کی سرحدات کے لیے سدِ سکندری کاکام دے رہے ہیں،تواس شاہراہ کے متعلق جیل میں بھی افواہیں پہنچنے لگیں کہ اس شاہراہ کے غیوراورمومن کوہستانی باشندوں نے راستہ کوکئی مقامات سے کاٹ دیا ہے،یہ خبریں ہمیں اس علاقہ کے اسیر رہنماؤں کے متعلقین کے ذریعہ پہنچیں،کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے راستہ کھولنے سے اسوقت تک انکارکیا ہے،جب تک کہ موجودہ حکومت مستعفی ہوکرقومی اتحاد کے زعماء بالخصوص اسکے بزرگ اورعالم قائد مولانا مفتی محموداوران کے رفقاءکواسلامی نظام کاعملی موقعہ نہ دے۔

گورنرسرحد نصیراللہ بابر کی جیل میں آمد،حاجی فقیرمحمد خان سے ملاقات:

اس کے بعد ایک دن گورنرصوبہ سرحد جناب نصیراللہ خان بابر ہری پور آئے،اورجیل سے باہر ریسٹ ہاؤس ہمارے بزرگ اسیر ساتھی کوہستانی علاقہ کے منتخب رکن قومی اسمبلی حاجی فقیرمحمد خان صاحب بٹگرام (ہزارہ) سے ملاقات کی اوراس شاہراہ کے کھولنے کے سلسلہ میں ان سے مدد چاہی۔مگر حاجی فقیرمحمد خان صاحب نے ایسے کسی تعاون سے معذرت ظاہر کی،حاجی فقیرمحمد خان صاحب نہایت سلجھے ہوئے پڑھے لکھے انسان ہیں،دارالعلوم دیوبند میں بھی پڑھ چکے ہیں اوراس زمانہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ سے بھی کئی کتابیں پڑھی ہیں،موجودہ

انتخابات میں وہ جمعیۃ العلماء اسلام کے ٹکٹ پر اسی کوہستانی علاقہ سے مولانا عبدالباقی وغیرہ کے مقابلہ میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے،جیل کے اسیروں کیلئے مسائل اورانتظامی امور میں بھی آپ بڑی سرگرمی سے حصہ لے رہے ہیں اوراسیران جمعیۃ اکثر مشکلات میں ان سے رجوع کرتے ہیں۔جیل میں قائدمحترم مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ کے آرام وراحت اوران کے کھانے کانظم ونسق بھی عموماً ان کے ذمہ تھا،اورمولانا سمیع الحق صاحب بھی اکثر اسی احاطہ نمبر۹ میں ہوتے تھے،آپ نے انہیں جیل کے اس احاطہ کے سپرنٹنڈنٹ کا خطاب دیا تھا۔

شیخ الحدیث ایکسیڈنٹ اورسی ایم ایچ راولپنڈی میں علاج کی خبریں:

الغرض ادھرشاہراہ قراقرم کے بند ہوجانے اوراس کے دوررس اثرات پرجیل میں اڑتی خبریں آرہی تھیں کہ اسی اثنا میں ایک دن ملاقاتیوں میں سے راولپنڈی سے آئے ہوئے کسی شخص نے مولانا سمیع الحق صاحب کو بتایا کہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کا راولپنڈی میں ایکسڈنٹ ہوگیا ہے اورآپ سی ایم ایچ کے وی آئی پی روم نمبر۲ میں زیرعلاج ہیں،دراصل ہمیں یہ تو معلوم تھا کہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ آنکھوں کے علاج کے سلسلہ میں اسی ہسپتال میں داخل ہورہے ہیں۔

بہت عرصے سے ان کی آنکھوں کوشوگر کی بیماری نے متاثر کیا تھا،کئی سال پہلے پشاور میں آنکھوں کے ماہرمعالج جناب ڈاکٹرمحمد نواز صاحب نے ان کی دائیں آنکھ کاپریشن بھی کیا مگر خاطرخواہ فائدہ نہ ہوسکا،اب بائیں آنکھ بھی موتیا اورپردوں کی زد میں تھی۔پاکستان کے مشہور معالج چشم جناب بریگیڈیر احمد رضا پیرزادہ صاحب بھی ایک مدت سے آپکی آنکھوں کا معائنہ کرتے رہے ہیں۔ان کا تعلق حضرت مولانا گنگوہیؒ کے خاندان سے ہے اورحضرت شیخ الحدیث مدظلہ کیساتھ ایک نہایت عقیدتمند مرید کی طرح تعلق رکھتے ہیں اورخودبھی نہایت انہماک سے معائنہ کرتے ہیں،ان کی خواہش الیکشن سے قبل تھی کہ دائیں آنکھ جس کا اپریشن پہلے ہوچکاتھا کا دوبارہ اپریش کیاجائے،اورجس میں معمولی سی روشنی باقی رہنے کی امید پر بریگیڈیر صاحب دوبارہ اپریشن کرنا چاہتے تھے...... ان دنوں یہ طے ہوا کہ آپ ہسپتال میں اپریشن کروائیں،اتنا ہمیں معلوم ہوگیا کہ آپ ۲۵ راپریل بروز پیرسی ایم ایچ راولپنڈی کے آفیسر وارڈ میں داخل ہوچکے ہیں مگرایکسڈنٹ کی بات ہم سے چھپائی گئی تھی ،تاکہ جیل میں پریشانی نہ ہومگرکسی شخص نے اتفاقیہ مولانا سمیع الحق کو بتلادیا اوریہ بھی کہا کہ گاڑی آپ کے بھائی مولانا انوارالحق چلارہے تھے۔اوردوسرے بھائی پروفیسرمحمود

الحق حقانی بھی ساتھ تھے جنہیں معمولی چوٹیں آئی ہیں۔ ایسی تشویشناک اطلاع سے اور پھر جبکہ جیل کی سلاخوں میں مجبور اور بے بس ہوں مولانا سمیع الحق صاحب کی پریشانی لازمی تھی انہوں نے آکر چپکے سے مجھ سے اس کا ذکر کیا، اور پھر انہوں نے ڈپٹی سپرنڈنٹ جیل سے عصر کے بعد سی ایم ایچ راولپنڈی فون کروانے کا کہا ہے اور انہوں نے بخوشی اجازت دی ہے یہ وقت عجیب کشمکش میں گزرا، عصر کی نماز کے بعد حسب معمول مولانا سمیع الحق صاحب نے احاطہ اے ڈی سی کی وسیع گروانڈ میں درس حدیث دیا۔ درس سے فراغت کے بعد آپ نے حاجی فقیر محمد خان صاحب جو درس میں موجود تھے ایکسڈنٹ کی بات بتلا دی وہ بھی فون کرنے کے لیے ساتھ گئے۔

جنرل ٹکا خان وزیر دفاع اور جنرل بابر ہی کے ذریعہ شیخ الحدیث سے پنڈی میں جا کر ملنے کا فوری اور خدائی انتظام:

ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ صاحب دفتر میں موجود تھے انہوں نے سی ایم ایچ راولپنڈی کا نمبر معلوم کرنے کی کوشش کی اور اس سلسلہ میں ٹیلیفون انکوائری سے بات کرنے کے لیے ریسیور اٹھایا، پھر آپ کچھ دیر کسی سے بات کرتے رہے، فارغ ہونے کے بعد حیرت سے فقیر محمد خان صاحب اور مولانا سمیع الحق سے کہا کہ عجیب قسمت ہے آپ کی، مجھ سے سپرنٹنڈنٹ جیل بات کر رہے تھے کہ سابق جنرل ٹکا خان کا فون آیا ہے کہ آپ لوگوں کو راولپنڈی سی ایم ایچ میں مولانا عبدالحق صاحب کے پاس فوراً پہنچا دیا جائے، اسے مولانا مدظلہ کی کرامت اور اللہ کے فضل کے سوا کیا کہا جائے کہ جہاں جیل سے باہر فون پر بات کرنا بھی مشکل تھا، وہاں اب ان حضرات کو مولانا صاحب مدظلہ کے پاس بہت جلد پہنچنے کی صورت بھی نکل آئی، حضرات فوراً معاملہ سمجھ گئے، کہ شاہراہ قراقرم کے سلسلہ میں مولانا مدظلہ کے پاس جانے کیلئے کہا گیا ہوگا۔ اس کے بعد سپرنٹنڈنٹ جیل اپنے دفتر میں تشریف لائے، شام کا وقت قریب تھا، مولانا سمیع الحق کا تعلق پشاور سے تھا اور وہاں کے حکام سے اجازت لینا ضروری تھا، سپرنٹنڈنٹ جیل نے جنرل ٹکا خان سے بات کی انہوں نے گورنر سرحد سے بات کی اور گورنر سرحد نے کہا کہ میں نے ڈی سی پشاور سے کہا ہے کہ وہ ابھی احکامات جاری کردے کہ انہیں جلد از جلد جیل سے راولپنڈی لے جانے کیلئے کاغذات تیار ہوسکیں۔ جنرل ٹکا خان صاحب کے حکم پر سپرنٹنڈنٹ جیل براہ راست متعلقہ حکام سے پوچھے بغیر یہ کاروائی نہیں کر سکتے تھے، اور حاجی فقیر محمد خان صاحب بھی مولانا سمیع الحق صاحب کے بغیر اس سفر سے انکار کر رہے تھے۔ یہ قدرت کا عظیم

انتظام تھا کہ ابھی پانچ بجے کی خبروں میں تھا کہ سابق جنرل ٹکا خان صاحب نے سینیٹ کا ممبر منتخب ہوجانے کے بعد ملک کے وزیر دفاع کا عہدہ سنبھال لیا ہے، جنرل صاحب کے حلف اٹھانے کے بعد سب سے پہلا فوجی معرکہ شاہراہ قراقرم کا تھا جسے آپ کسی طرح حل کرنا چاہتے تھے اوراس کے پہلے ہی مشاغل اوراحکامات مولانا سمیع الحق کے ان کے والد بزرگوار مدظلہ سے ملاقات کا ذریعہ بن گئے، ورنہ فطری طور پر کیا کیا پریشانیاں اوروسوسے ہوتے کہ مولانا مدظلہ کی صحت کیسی ہے؟ اورایکسڈنٹ کی کیا نوعیت ہے؟ الغرض شام کے بعد نو بجے رات جیل کے حکام نے ان دونوں کوراولپنڈی جانے کیلئے رخصت کیا، دونوں حضرات رات کے ساڑھے دس بجے راولپنڈی کے سی ایم ایچ گئے، بعض فوجی حکام کمرے کے نیچے ہی منتظر تھے اور دونوں کوشیخ الحدیث مدظلہ کے کمرہ میں لے گئے، اس سے قبل شاہراہ قراقرم کے ایریا کمانڈر میجر جنرل صفدر بٹ جوکافی دیر سے شیخ الحدیث مدظلہ کے کمرے میں موجود تھے۔ اوران لوگوں کے پہنچنے کا انتظار کررہے تھے، نے شیخ الحدیثؒ کو بتا دیا کہ حضرت اگر آپ برا نہ مانیں تو ہم بتلا دیں کہ آپکے صاحبزادہ صاحب بھی ہریپور جیل سے آرہے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ مجھے تو خوشی ہوگی۔ بہر حال ان دونوں کے پہنچنے کے بعد فوجی حکام کمرہ سے باہر چلے گئے۔

آدھی رات کوشیخ الحدیث کے پاس پہنچ گئے، ایریا کمانڈر میجر جنرل صفدر بٹ وغیرہ کا انتظار:

اورحضرت شیخ الحدیث نے انہیں بتایا کہ پرسوں صبح صبح صوبہ سرحد کے گورنر جناب نصیر اللہ خان بابر میرے پاس آئے اورکافی دیر تک بیٹھے رہے، انہوں نے کہا کہ ہمیں کوہستان سے اطلاعات ملی ہیں کہ

شاہراہ قراقرم کی بندش مولانا عبدالحق کے فتوی یا مشورے سے؟:

شاہراہ قراقرم کوآپ کے کسی فتوئی یا مشورہ پرعمل کرتے ہوئے بند کیا گیا ہے اور یہ کہ جب تک مولانا عبدالحق صاحب کی کوئی تحریری ہدایت ہمیں نہ ملے ان رکاوٹوں کو ہرگز ہٹانے کے لیے تیار نہیں ...... مولانا مدظلہ نے ان سے کہا کہ اگر میری کوئی ایسی تحریر آپ کے پاس موجود ہے تو اسے لاکر دکھا دیجئے ویسے میں کیسے کوئی ہدایات جاری کرسکتا ہوں، بہرحال دوڈھائی گھنٹہ کے بعد شیخ الحدیث مدظلہ نے گورنر صاحب کومشورہ دیا کہ میں اس سلسلہ میں کسی تعاون سے معذور ہوں، مسئلہ قومی اتحاد اورقومی سطح کا ہے آپ اس علاقہ کے جمعیۃ العلماء اسلام کے ایم این اے حاجی فقیر محمد خان کے مشورہ سے کوئی قدم اٹھائیں اس کے بعد گورنر صاحب مولانا مدظلہ کے مشورہ پر راولپنڈی سے

سیدھے ہری پور جیل آئے اور حاجی صاحب سے ملاقات کی جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ گورنر صاحب نے مولانا مدظلہ کو ذاتی تعلقات اپنی عقیدت وغیرہ سب کچھ پیش کیا مگر حضرت نے فرمایا کہ یہ ملک کی ہمہ گیر تحریک ہے اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے ہے، میں کسی بھی تحریر یا کسی ایسے کاغذ پر دستخط کرنے سے معذور ہوں۔ حضرت مدظلہ نے ان حضرات کو بتلا دیا کہ گورنر صاحب کے جانے کے بعد فوج سے وابستہ حضرات میرے پاس آتے رہے اور مجبور کرتے رہے کہ میں خود آپ حضرات سے بات کروں۔ اس سلسلہ میں آپ کو لایا گیا ہے اور اب آپ اپنی صوابدید پر ان سے بات کریں اور اجازت مل سکے تو سہالہ جیل میں مفتی صاحب مدظلہ سے جا کر بات کریں۔

جرنیلوں کی شاہراہ کے بارہ میں پریشانیاں:

وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخ الحدیث مدظلہ کے پاس موجود جنرل بار بار شاہراہ کے صورتحال کے بارہ میں اپنی پریشانیاں ظاہر کرتے رہے۔ اور اس سلسلہ میں اس علاقہ سے آئی ہوئی تحریری اطلاعات بھی بتلاتے رہے، جس پر مولانا مدظلہ کے کہنے پر شاہراہ بند کردینے کا ذکر تھا، جنرل صاحب موصوف نے ایک تازہ اطلاع کے حوالہ سے بتایا کہ کوہستانی لوگوں نے ایک چینی بلڈوزر کو جلا دیا ہے تو جب شیخ الحدیث نے ان سے کہا کہ الحمدللہ کہ جانی نقصان تو نہیں ہوا، بلڈوزر اور گاڑیاں تو ہر روز بے حساب سڑکوں پر جل رہی ہیں اسکے جواب میں جنرل صاحب نے بھارت چین جنگ کا ذکر کیا اور کہا چین نے بھارت کی سرحد پر اپنی کھوئی ہوئی بھیڑوں کا مطالبہ کیا تھا۔

قائد تحریک مفتی محمود کے اجازت کے بغیر تعاون سے انکار، فوجی میس میں منتقلی:

الغرض گھنٹہ ڈیڑھ یہ دونوں حضرات حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے ساتھ بیٹھے رہے پھر ان سے رخصت لی، باہر منتظر ایک فوجی نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کا کوہستانی علاقہ میں جانے کا پروگرام ہے؟ پٹن لے جانے کے لیے ہیلی کاپٹر تیار کھڑا ہے، انہوں نے کہا کہ ہم اپنے اختیار سے کب ایسا کرسکتے ہیں؟ پھر وہ آفیسر دونوں حضرات کو اپنی گاڑی میں بٹھا کر انجنیئرنگ فوجی میس راولپنڈی صدر لے گئے جہاں ان کے ٹھہرانے کا خاطر خواہ انتظام تھا اور وہاں ہر طرح کی خاطر مدارت ہوتی رہی ہری پور کی پولیس گارڈ حراست کرتی رہی۔

۲۸ر اپریل صبح ناشتہ کے بعد ۸ بجے ایک فوجی افسران کے پاس آیا اور حاجی فقیر محمد خان اور مولانا سمیع الحق کو یہ کہہ کر ساتھ لے گئے کہ آپ ہمارے بالائی افسران سے بات کریں گے۔

وزیر دفاع جنرل ٹکا خان، جنرل صفدر بٹ، جنرل شفقات سید کی عدالت میں کھری کھری دوٹوک باتیں:

مولانا سمیع الحق صاحب نے بتایا کہ وہ آفیسر ہمیں گاڑی میں بٹھا کر سابق جنرل ٹکا خان حال وزیر دفاع وسلامتی امور کے مکان پر لے گیا جو غالباً صدر کی ہارلے سٹریٹ میں تھا، یا اس کے آس پاس جنرل ٹکا خان اپنے دفتر میں موجود تھے اوراس دن وزارت سنبھالنے کے بعد ان کا پہلا دن تھا، ان کے پاس میجر جنرل صفدر بٹ بھی موجود تھے یہ لوگ بڑے تپاک سے ملے، چند لمحے بعد میجر جنرل شفقات سید بھی آگئے، علیک سلیک کے بعد جنرل ٹکا خان نے شیخ الحدیث مدظلہ کے ایکسڈنٹ اورعلالت کا ذکر کیا، ان کی مزاج پرسی کی اورخود سارے حالات بتا کر کہا کہ میں پوری طرح مولانا کی خبر گیری کر رہا ہوں اورانشاء اللہ ان کی صحت اچھی ہوجائے گی۔ پھر متعلقہ موضوع شاہراہ قراقرم پر بات شروع ہوئی اور کہا کہ آپ لوگ بیشک اپنی تحریک چلائیں اورجو بھی کریں مگر ہم سڑکوں کی بندش کی اجازت نہیں دے سکتے، باتوں باتوں میں گویا جتلانے کے انداز میں کہا کہ ہم لوگوں نے کوہستان کے لوگوں کیلئے سڑکیں بنائیں، ان میں لنگر تقسیم کئے، اوراب وہ لوگ یہ صلہ دے رہے ہیں، مولانا سمیع الحق اور حاجی فقیر محمد خان صاحب نے جو ایک غیور مرد کوہستانی ہیں نے فوراً کہا کہ آپ لوگوں نے لنگر تقسیم کئے یا کروڑوں روپیہ ان لوگوں کے نام پر ہضم کیا، ٹکا خان صاحب جھنجھلا اٹھے اورخشمگین انداز میں کہا کہ کس نے ہضم کیا؟ جواب میں کہا گیا کہ عربوں سے زلزلہ زدگان کے نام پر کروڑوں روپیہ آیا اوران لوگوں میں ایک ایک سیر گڑ اورچند روٹیاں بانٹی گئیں، باقی حکومت نے اوربھٹو نے ہضم کیا؟ جنرل صاحب نے اس موقعہ پر بھی بھٹو صاحب کی صفائی کرنا ضروری سمجھا اورکہا کہ بھٹو نہیں نیچے کے لوگوں نے کیا ہوگا، ابتداء ہی سے گفتگو کے انداز میں تلخی اوران حضرات کی طرف سے جارحانہ اورجرأتمندانہ جوابات دیکھ کر کچھ دیر تک جنرل صاحب کے تیور چڑھے رہے، مگر بہت جلد انہوں نے اپنا انداز بدل دیا اورنرمی سے بات چیت شروع کی اورکہا کہ ہم لوگوں کا کام تو سڑکیں بنانا ہے آپ لوگوں کی حکومت آئے تب بھی ان ضرورتوں کو پورا کریں گے مگراس وقت تو نازک معاملہ ہے۔

سات سات ہزار چینی اور پاکستانی فوج نرغے میں:

ان تینوں آفیسروں نے گفتگو میں بتلایا کہ وہاں کی صورتحال نازک ہے، سات ہزار پاکستانی فوجی اورسات ہزار چینی کاریگر اس وقت گھرے ہوئے ہیں ان کے رسد کا مسئلہ ہے جو بہت کم رہ گیا

ہے،اس سے بڑھ کران حضرات نے اس بات پر زور دیا کہ خودآپ کے عوام جو بالائی علاقوں مثلاً گلگت وغیرہ میں رہتے ہیں اور جو کئی لاکھ ہیں سامانِ رسد منقطع ہو جانے کی وجہ سے مشکلات میں ہیں اس وقت کئی سوٹرک مال سے لدے ہوئے رکے ہوئے ہیں،شاہراہ پانچ چھ جگہ سے کاٹ دی گئی ہے،اپنے آدمیوں کو تو ہم ہیلی کاپٹر کے ذریعہ رسدِ خوراک پہنچا دیں گے لیکن تمہارے عوام کا کیا ہوگا؟ہوائی جہاز سے سامان پہنچانا بہت مہنگا ہے،ایک ٹرک کے سامان کے لیے ایک جہاز درکار ہے ان لوگوں کی تکلیف بڑھ رہی ہے جواب میں کہا گیا کہ جب ان لوگوں نے ایسا کیا ہے تو وہ قربانیاں دینے کے لیے تیار ہوں گے اور تکالیف کو خندہ پیشانی سے سہیں گے۔پورے ملک کے لوگ قربانیاں دے رہے ہیں انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہمارے علم میں تو قومی اتحاد کی مرکزی قیادت نے سڑکوں کو بلاک کرنے کی اپیل نہیں کی مگر اب چونکہ ایک علاقہ کے عوام ایسا کر چکے ہیں تو ہم اس سلسلہ میں تعاون سے معذور ہیں۔

مولانا عبدالحق کے شاگردوں کی بڑی تعداد نے فتوی پر عمل کرایا:

مگر جنرل ٹکا خان صاحب نے کہا کہ ہمیں ثقہ اطلاعات ملی ہیں کہ اس علاقہ میں جمعیۃ العلماء اسلام کا اثر زیادہ ہے،عوام علماء کے زیر اثر ہیں اور ہمیں بتایا گیا ہے کہ مولانا عبدالحق صاحب نے ایسا کوئی فتوی دیا ہے اور اس علاقہ میں مولنا صاحب کے موجود شاگردوں کی بڑی تعداد نے ایسے فتوی پر عملدرآمد کرایا،انہوں نے باربار یہ بھی کہا کہ مولانا صاحب کا ایکسڈنٹ نہ ہوا ہوتا تو ہم انہیں مجبور بھی کر لیتے اب کیا کیا جائے،اب آپ لوگ وہاں جا کر انہیں کہہ دیں کہ مولانا نے بھیجا ہے۔

گورنر سرحد جنرل نصیر اللہ بابر سے رابطے:

ٹکا صاحب نے کہا کہ میں نے گورنر سرحد کو بھی ذاتی دوست کی حیثیت سے مولانا عبدالحق صاحب کے پاس بھیجا تھا نہ کہ سرکاری اور گورنر کی حیثیت سے بلکہ اس لیے کہ گورنر صاحب مولانا کے حلقہ انتخاب کے باشندے ہیں اور مولانا صاحب سے اچھا تعلق رکھتے ہیں،مگر جواب میں انہوں نے کہا کہ ہمیں تو اس مقصد کے لیے جیل سے بلایا ہی نہیں گیا،بلکہ یہ کہا گیا کہ آپ لوگ مولانا سے ہسپتال میں مل لیں،ریٹائرڈ جنرل ٹکا خان صاحب نے کہا کہ نہیں سرحد کے گورنر سے روانگی کے وقت بتلا دیا تھا،پھر ریٹائرڈ جنرل نے گورنر سے پشاور فون ملایا اور انہیں کہا کہ آپ خود بات کریں،گورنر صاحب نے فون پر حاجی فقیر محمد خان صاحب سے کافی دیر تک بات کی اور لے دے ہوتی رہی انہوں نے پشتون والی اور اسلام کے واسطے پیش کئے،حاجی صاحب نے جواب میں کہا کہ

اسلام کی بات مفتی محمود صاحب اور مولانا عبدالحق صاحب ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں، اگر آپ اس سلسلہ میں ہمیں مجبور کرتے ہیں تو ہمیں سہالہ کیمپ جیل میں مفتی محمود صاحب سے ملائیں، ہم ان کے سامنے ساری صورتحال رکھ دیں گے وہ قومی اتحاد کے سربراہ ہیں اور ہم موجودہ حکومت کے نہیں بلکہ ان کے پابند ہیں وہ اگر ہمیں اجازت دیں تو ہم آپ سے تعاون کرسکیں گے۔ فون پر گفتگو ہوئی تو جنرل صاحب نے گورنر سے بات کی اور کہا کہ یہ لوگ بار بار یہی کہتے ہیں کہ ہم مفتی صاحب سے مل کر کوئی جواب دے سکتے ہیں، مگر مفتی صاحب سے ملاقات کی اجازت تو ہمارے بس میں نہیں اس کے لیے تو اوپر سے اجازت لینا ہوگی۔

جنرل ٹکا خان کا دھمکی آمیز انداز:

باتوں باتوں میں ریٹائرڈ جنرل صاحب نے اپنے ماضی کی روایات کا انداز لئے ہوئے دھمکی آمیز انداز میں یہ بھی کہا کہ ہم چوبیس گھنٹوں میں سڑک کھول سکتے ہیں، دیر میں ہم نے فساد رفع کیا یہ کیا وہ کیا، مگر جواب میں ان سے کہا گیا کہ آپ تو قوت اور طاقت والے ہیں، ایک گھنٹہ میں بھی کھول لیں مگر ہم کیا کرسکتے ہیں؟ دبی زبان میں بنگلہ دیش اور اس کے انجام ونتائج کی طرف بھی اشارے ہوئے، گفتگو کے دوران فوج کے ان سرکردہ حضرات سے ایک بار یہ بھی کہا گیا کہ آپ لوگ کیوں ہمیں مجبور کرتے ہیں، اسی علاقہ کے مولوی عبدالحکیم اور مولوی عبدالباقی جو پی پی پی سے وابستہ ہیں کو کیوں نہیں بھیجتے، وہاں سے پی پی پی کے دو صوبائی امیدوار بھی منتخب قرار دئے گئے ہیں، ان سے کیوں نہیں کھلواتے؟ اس کے جواب میں بے اختیار ٹکا خان صاحب کے منہ سے نکلا کہ جی ہاں مگر وہ تو بوگس ممبر ہیں عوام نے تو آپ لوگوں کو منتخب کیا ہے وہ تو جے یو آئی کے لوگوں کو مانتے ہیں اس پر دونوں طرف سے ایک زوردار قہقہہ بلند ہوا، ایک دفعہ حاجی فقیر محمد خان نے الزامی طور پر کہا کہ ہماری حیثیت کیا ہے، عوام نے مجھے منتخب کیا، میں ایم این اے ہوں مگر سی کلاس میں پڑا ہوا ہوں اور یہ معمولی چپل پہنے ہوئے جیل سے لایا گیا ہوں۔

تحریک نظام مصطفیٰ کی وسعت کی طرف توجہ دلائی:

مولانا سمیع الحق صاحب نے اس پر اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ ٹکا خان صاحب! شاید آپ لوگوں سے صورتحال کی نزاکت اور اہمیت مخفی رکھی گئی ہے، اس وقت پورے ملک کے ہر طبقے کا خلاصہ علماء، ومشائخ وکلاء، طلباء، مزدور لیڈر سیاستدان غرض پڑھے لکھے طبقے کا نچوڑ جیلوں میں پابند سلاسل ہے اور سی کلاسوں میں سڑ رہا ہے۔ خیبر سے کراچی تک یہی عالم ہے؟ جنرل صاحب نے کہا

کہ اتنی بڑی تعداد کیلئے جیلوں میں بہتر کلاس فراہم کرنا مشکل ہے۔مولانا سمیع الحق نے کہا کہ آپ میری بات کو تکالیف کی شکایت سمجھ بیٹھے۔ہم ان تکالیف پر شاکی نہیں نہ ہی کلاس کی شکایت ہے بلکہ لوگ بڑی سے بڑی قربانیاں بھی دیں گے، البتہ آپکو اس تحریک کی وسعت اور ہمہ گیری اور نازک ترین صورتحال کی طرف متوجہ کرانا مقصود تھا۔

الغرض کافی دیر تک بات چیت ہوتی رہی، چائے سے بھی تواضع ہوئی مگر ادھر سے ایک ہی جواب تھا کہ ہمیں سہالہ جیل میں قومی اتحاد کے سربراہ سے ملا دیا جائے تب کوئی جواب دیا جا سکتا ہے۔

مفتی صاحب سے ملانے کیلئے بھٹو سے اجازت کا انتظار:

جنرل ٹکا خان صاحب نے کہا کہ اچھا آپ لوگ راولپنڈی ہی ٹھہریں، آپ ہمارے مہمان ہوں گے۔کوئی تکلیف نہیں ہوگی میں اوپر سے (بھٹو صاحب ہی مراد ہو سکتے تھے) پوچھ کر بتلاؤں گا۔اگر ضرورت سمجھی گئی تو آپکو سہالہ بھیج دیا جائے گا۔اسکے بعد یہ حضرات رخصت لینے لگے۔مولانا سمیع الحق نے جنرل صاحب سے کہا کہ بہرحال ہم اس بات پر تو مشکور ہیں کہ آپکی وجہ سے جیل سے نکل کر مجھے اپنے والد صاحب سے ملنے کا موقعہ تو ملا۔اسکے بعد آپ نے جنرل صاحب سے کہا کہ جب تک ہم راولپنڈی میں ہیں ہسپتال میں مولانا کے پاس آنے جانے اور ساتھ رہنے کی اجازت ہو جو انہوں نے بخوشی دیدی۔جنرل ٹکا خان صاحب سے مصافحہ ہوا اور چلتے چلتے یہ بھی کہا گیا کہ جنرل صاحب نہایت ہی نازک موقعہ پر آپ نے اپنے اوپر بڑی نازک ذمہ داریاں ڈال لی ہیں۔

جرنیلوں کے سامنے استغناء بے نیازی کی غیر مرئی ایٹمی لہریں:

مولانا سمیع الحق نے یہ بھی کہا کہ جنرل ٹکا خان صاحب کی ایک خاص شہرت رہی تھی۔کچھ عرصہ ان کی عظمتوں کا چرچا سنتے رہے مگر پچھلے چند دنوں سے انکی زندگی کے تازہ پہلوؤں سے وہ سارے نقوش اب مٹ چکے تھے اور اس ملاقات کے دوران جنرل صاحب کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے ہم میں استغنا اور شان بے نیازی اور قلندرانہ انداز کی عجیب کیفیت تھی، جیسے کوئی غیر مرئی ایٹمی لہریں جسم میں دوڑ رہی ہوں۔واقعی مخاطب کی عظمت اور عدم عظمت کا تعلق اسکے کردار سے ہے۔خارجی شان وشوکت اور قوت وسطوت پر نہیں۔مولانا سمیع الحق اس وقت پلاسٹک کی ہوائی چپل پہنے ہوئے تھے' جس میں جیل سے لائے گئے تھے' مولانا نے پاؤں اٹھا کر جنرل کی میز پر رکھ دیا اور کہا کہ ہمیں ایسے جوتے پہننے کی بھی شکایت نہیں' مولانا نے بعد میں کہا کہ دراصل میں نے جرنیلوں کو جوتا لہرا کا ظلم کے خلاف اپنی رگ حمیت ٹھنڈی کرنی چاہی۔

دوبارہ فوجی میس منتقلی:

اسکے بعد آپ لوگ ان کے دفتر سے باہر آئے میجر جنرل صفدر بٹ اور میجر جنرل شفقات سید (جنکا انداز نہایت شریفانہ تھا اور وہ لوگ شاہراہ کی بندش اور موجودہ نازک حالات سے بے چینی محسوس کر رہے تھے) نے باہر تک آکر انہیں گاڑی میں بٹھا کر رخصت کیا۔ اور انجینئرنگ فوجی بیس میں لے آئے، اس دوران انہوں نے دوبارہ ہسپتال جا کر حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کی مزاج پُرسی کی اور انہیں تفصیلات بھی بتلا دیں۔

بھٹو کی تقریر کے بعد ہری پور جیل واپسی:

شام کو جس وقت ریڈیو سے بھٹو صاحب کی قومی اسمبلی میں وہ تقریر نشر ہو رہی تھی جس میں امریکی ڈالروں کے فرضی سیلاب کا ذکر تھا کہ ایک فوجی افسر نے آکر مہمان خانہ میں ان دونوں کو اطلاع دی کہ آپ فارغ ہیں اور ہری پور جیل واپس جا سکتے ہیں۔ یعنی جنرل ٹکا صاحب کو یا تو انہیں سہالہ بھیجنے کی اجازت نہیں ملی ہوگی یا انہوں نے خود ضرورت نہیں سمجھی ہوگی۔ پہلے سے اندازہ یہی تھا کہ حضرت مفتی صاحب سے ملنے کا اور ان سے مشورہ لینے کا معاملہ تو انہیں مفید مطلب نظر ہی نہیں آئے گا۔ اسکے بعد پولیس کی گاڑی ان دونوں کو لیکر ہری پور لے آئی، رات ۹ ساڑھے نو بجے ہم لوگ بڑی بے چینی سے ان حضرات کے منتظر تھے کہ یہ لوگ جیل پہنچ گئے۔

جیل میں بڑی بے چینی:

جیل سے انہیں لے جانے کے بعد جیل میں دونوں حضرات کے بارہ میں بڑی بے چینی پھیل گئی تھی، اور تمام دن اتحاد کے اسیر رہنما جیل کے سپرنڈنٹ سمیت ساری انتظامیہ کو پریشان کرتے رہے کہ ہمیں دونوں کے بارہ میں صحیح صورتحال بتلا دی جائے، لوگوں کو خطرہ تھا کہ کہیں فوجی حکام انہیں جبری طور پر کوہستانی علاقہ نہ لے گئے ہوں۔ دن گذرنے کیساتھ ساتھ پریشانی بڑھتی رہی یہاں تک کہ جیل کی انتظامیہ سے کہا گیا کہ اگر کل تک یہ حضرات نہ آئے تو ہم جیل کے تالوں اور سلاخ دار جنگلوں کا وہی حشر کریں گے جو حضرت مفتی صاحب کو ہری پور سے سہالہ جیل منتقل کرنے کے وقت قیدیوں بپھرے ہوئے ہجوم نے کیا تھا۔ مگر جب مولانا سمیع الحق اور حاجی صاحب پہنچ گئے تو خوشی کی لہر دوڑ گئی اور رات گئے تک حال احوال معلوم کرنے کیلئے تانتا بندھا رہا۔ تقریباً دو ہزار افراد کو الگ الگ مطمئن کرنا اور تفصیلات بتلانا مشکل تھا۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ کل عصر کے بعد عام جلسہ میں ساری روئیداد سنا دی جائے گی جسے دوسرے دن عصر کے بعد جناب حاجی صاحب نے

عام جلسہ میں بیان کیا۔

ابتلاء و آزمائش میں سرخروئی:

اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو ابتلاء اور آزمائش کے مراحل سے بھی سرخرو کر کے نکالا، اور فوج سے وابستہ ایک اہم شخصیت وزیر دفاع سے آمنے سامنے انکو کھل کر ایسی بہت سی باتیں کہنے کا موقعہ ملا جو ان دنوں لوگوں کے دلوں کی دھڑکن میں شامل ہو گئی تھیں (اور جسے تفصیلاً یہاں بیان نہیں کیا جا سکتا) اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کی عیادت اور خود ملاقات کرنے سے تشویش بھی رفع ہوئی، انکے ایکسڈنٹ کا معاملہ یہ تھا کہ حضرت جب علاج کے لئے راولپنڈی تشریف لا رہے تھے تو گاڑی (سرخ ہلمین گاڑی بہت پرانے ماڈل ۱۹۶۲ء کے الیکشن سے قبل سے حضرت مدظلہٗ کے استعمال میں ہے) جسے انکے صاجزادہ مولانا انوارالحق چلا رہے تھے ایک جی ٹی ایس سے بچاتے ہوئے ان سے بے قابو ہوگئی اور تین چار دفعہ الٹ پلٹ گئی مگر اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے حضرت شیخ الحدیث بالکل بچ گئے۔ ایک ہاتھ پر معمولی سی خراش کے علاوہ کوئی تکلیف نہ ہوئی جبکہ شیشہ بہت دور جا گرا اور چھت پچک گئی اور پیچھے بیٹھے ہوئے انکے صاجزادے پروفیسر محمود الحق حقانی بھی قدرے گاڑی کے دباؤ سے زخمی ہوئے، اب تک حضرت شیخ الحدیث ہسپتال میں زیر علاج ہیں، اصل علاج آنکھوں کا ہو رہا ہے۔ پیرزادہ صاحب نے آنکھ کا اپریشن کیا ہے۔ مگر خاطر خواہ افاقہ نہیں ہوا۔ جناب کرنل ذولفقار صاحب ماہر امراض قلب بھی بڑی محبت سے مرض قلب کا علاج کر رہے ہیں۔

ہسپتال میں مفتی محمود کا علاج اور شیخ الحدیث کی بار بار تیمارداری:

سنا ہے کہ حسن اتفاق سے مولانا مفتی محمود صاحب کو بھی سہالہ کیمپ جیل سے برائے علاج اسی وارڈ میں لایا گیا اور مولانا عبدالحق مدظلہٗ کے کمرے کے بالکل نیچے انکا کمرہ تھا۔ اس طرح مولانا کے آس پاس موجود تیمارداروں اور ملاقاتیوں کی وجہ سے حضرت مفتی صاحب سے بھی جو کڑی حراست میں ہیں کوئی نہ کوئی سلسلہ جنبانی ہو جاتی۔ سنا ہے کہ حضرت مفتی صاحب کڑی حراست کے باوجود اپنے اختیارات سے حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کی تیمارداری کے لئے ایک دو مرتبہ اوپر کمرہ میں تشریف لے گئے اور کافی دیر تک انکے ساتھ بات چیت بھی کرتے رہے۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

زکوٰۃ کی اہمیت وفضیلت

نحمده ونصلی علی رسوله الکريم امابعد فاعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍO يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ (سورة توبة ٣٤_٣٥)

’’جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کر کے خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس کو خرچ نہیں کرتے ان کو خبر دیں دردناک عذاب کی۔ اس دن سونے چاندی کو جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا‘ پس داغا جائے گا اس کے ساتھ ان کی پیشانی کو اور ان کے پہلو کو اور ان کی کمر کو اور کہا جائیگا کہ یہ وہی ہے جس کو تم نے اپنی ذات کیلئے جمع کیا تھا پس اب اپنے خزانے کا مزہ چکھ لو۔‘‘

زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا عذاب:

وعن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ من اتاه الله ما لا فلم يود زكوته مثل له يوم القيامة شجاعاً اقرع له زبيتان يطوفه يوم القيامة ثم ياخذ بلهرمتيه (يعنى شدقيه)) ثم يقول انا مالك انا كنزك ثم تلا ولا يحسبن الذين يبخلون......الاية (رواه البخارى)

’’حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے دولت دی پھر اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو وہ دولت قیامت کے دن اس آدمی کے سامنے ایسے زہریلے ناگ کی شکل میں آئے گی جس کے انتہائی زہریلے پن کی وجہ سے اس کے سر کے بال جھڑ چکے ہوں گے اور اسکی آنکھوں کے اوپر دو سفید نقطے ہوں گے (یاد رکھیں کہ جس سانپ میں یہ دو باتیں جمع ہوں وہ خطرناک اور انتہائی زہریلا سمجھا جاتا ہے) پھر وہ سانپ اس زکوٰۃ نہ دینے والے کنجوس کے گلے کا طوق یا ہار بنا دیا جائے گا پھر اسکی دونوں (باچھیں) پکڑے گا اور اسے کاٹتا ہوا کہے گا‘ میں تیری دولت ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔‘‘

یہ فرمانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (ال عمران ـ ۱۸۰)

''اور گمان نہ کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس مال و دولت میں جو رب العالمین نے اپنے فضل و کرم سے ان کو دیا ہے اور یہ اس مال سے نکال نہیں دیتے کہ وہ مال دولت ان کیلئے بہتر ہے بلکہ آخرالامر وہ ان کے لئے بدتر اور شر ہے۔ قیامت کے دن ان کے گلوں میں طوق بنا کے ڈالی جائے گی۔ وہ دولت جس میں انہوں نے بخل کیا (اور اس مال کی زکوٰۃ ادا نہ کی اور اللہ ہی کے لئے سلطنت آسمان اور رزمین کی ہے اور اللہ تعالیٰ ان اعمال پر خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔''

زکوٰۃ کا معنی و مفہوم:

محترم سامعین! زکوٰۃ کا لغوی معنی طہارت و پاکی ہے اور اصطلاح شریعت میں اپنے مال کی ایک خاص مقدار کسی نادار مسلمان کو مالک بنا کر دینا اور اس عطیے کے پیچھے مال دینے والے شخص کی کوئی دنیاوی منفعت اور کسی بدلے وغیرہ کی لالچ نہ ہو بلکہ محض خداوند تعالیٰ کی رضا پیش نظر ہو' دین اسلام کی عمارت جس پانچ ستونوں پر قائم دوائم ہے زکوٰۃ ان میں ایک اہم ستون ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدعبده ورسوله واقام الصلوة وایتاء الزکوة وصوم رمضان و حج البیت من استطاع الیه سبیلا۔

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے یہ شھادۃ اور گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ نماز قائم کرنا' زکوٰۃ ادا کرنا' رمضان کے روزے رکھنا اور بیت کا حج کرنا جو اس کی استطاعت رکھتا ہو۔''

فرضیت زکوٰۃ:

سنہ ۲ھ میں زکوٰۃ فرض ہوئی اور اس کی فرضیت کتاب اللہ، سنت اور اجماع سے ثابت ہے قرآن مجید بڑے تاکید اور اہمیت کے ساتھ نماز کے ذکر کے بعد زکوٰۃ کا حکم دیتا ہے کہ 'اتوا الزکوۃ' یعنی زکوٰۃ ادا کرو اور اس طرح ۸ جگھوں پر نماز اور زکوٰۃ دونوں کو اکٹھا فرمایا کہ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ جس طرح نماز فرض ہے اسی طرح زکوٰۃ فرض ہے۔

زکوٰۃ کی اہمیت:

زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ اس کا حکم پہلے پیغمبروں کی شریعت

میں بھی نماز کے ساتھ برابر رہا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر سورۃ الانبیاء میں ذکر کرنے کے بعد رب العالمین کا ارشاد ہے: واوحینا الیھم فعل الخیرات واقام الصلوۃوایتاء الزکوۃ الخ یعنی ہم نے ان کو حکم دیا نیکیوں کے کرنے کا (بالخصوص) نماز قائم کرنے اورزکوٰۃ دینے کا اوراسی طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:"وکان یأمر اھلہ بالصلوۃ والزکوۃ" اوراپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے۔ بہرحال عبادت کا مقصد یہ ہے کہ انسان کی نظر مادیت سے ہٹ کر روحانیت پر پڑجائے۔یعنی جو کچھ بھی دنیا میں ہے وہ اس کا ذاتی نہیں، جس طرح آدمی نماز میں قیام' رکوع اور سجدے کے ذریعے اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ ان تمام اعضاء اور تمام بدن کا مالک میں خودنہیں ہوں بلکہ ان کو عاجزی سے جھکا کر اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور عظمت و کبریائی بیان کرتا ہےتو اسطرح جو مال اللہ تعالیٰ نے دیا ہوتا ہےتو اس مال سے بھی غرباء اور مساکین کا حصہ نکال کر یہ یقین کراتا ہے کہ یہ میرا مال نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرتا ہے۔

معاشرے کی اصلاح:

محترم حاضرین! زکوٰۃ کا مقصد یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے ضرورت مندوں' غرباء اور مساکین کی مدد ہوتی ہے جس کے ذریعے معاشرے کی اصلاح اور کافی مسائل اور پریشانی سے نجات حاصل ہوتی ہے اس طرح زکوٰۃ ادا کرنے کی وجہ سے انسان کے دل سے دنیا کی محبت اور دولت پرستی کی بیماری ختم ہوجاتی ہے جوکہ تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔

زکوٰۃ ادا کرنے کا ایک بہت بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ اسلام نہیں چاہتا کہ دولت کسی ایک فرد کے ہاتھ میں جمع ہو، یا معاشرے میں کوئی ایک جماعت ایسی ہو کہ جو دولت کو جمع کرے، بلکہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ دولت ہمیشہ گردش میں رہے اور زیادہ سے زیادہ افراد میں پھیلے اور تقسیم ہوتی رہے۔

اسلام کا قانونِ کفالت:

چونکہ اسلام دین فطرت ہےتو اسوجہ سے انسانی فطرت کے تمام تقاضوں کو مدنظر رکھ کر احکام ومسائل بیان کرتا ہے اس سلسلے میں اس معاشرے میں چونکہ غریب بھی رہ رہا ہےتو اس کے مسائل کو بھی مدنظر رکھ کر ان کی کفالت کا نظام مرتب کیا۔ جس کی مثال کہیں بھی اور کسی مروجہ قانون یا ازم میں نہیں ملتی' اسلام نے غربت کے مسئلہ کو حل کرنے کی طرف جس قدر توجہ دی اور جتنا زیادہ زور دیا اس کی اہمیت کا اندازہ اسی بات سے ہوسکتا ہے کہ اسلام کا ابھی ابتدائی دور تھا اور محض چند لوگوں نے

اسلام قبول کیا تھا اور وہ بھی قسم قسم کی تکالیف اور کفار کے مظالم کا شکار تھے۔ رب کائنات نے ان کو مساکین وغرباء کی مدد کا حکم مختلف انداز میں دیا۔ چنانچہ کبھی ''اطعام مساکین'' کے الفاظ سے مخاطب فرمایا اور کبھی ''سائل محروم'' کا حق ادا کرنے پر زور فرمایا تو کبھی ''ایتاء الزکوۃ ''یعنی زکوٰۃ دینے کا عنوان اختیار فرمایا۔

مالداروں کی دولت میں فقراء کا حصہ:

آج پوری دنیا میں کبھی سوشلزم کی بات ہوتی ہے اور کبھی کمیونزم کی۔ جس میں غریبوں کی فلاح کیلئے مدد کا نعرہ لگا کر غریب کو مالدار کے خلاف اُکسایا جاتا ہے اور جنگ کا سماں پیدا کیا جاتا ہے' یہ جنگ کبھی نہ ہوتی اور نہ ہوگی اگر اسلام کے اس اہم ترین رکن کی ادائیگی صحیح طریقے سے ہو کیونکہ اگر کسی بھی ملک کی دولت کا چالیسواں حصہ جب ضرورت مندوں' غریبوں میں تقسیم ہوگا اور یہ عمل ایک تسلسل سے جاری رہے گا تو ملک میں کوئی بھی حاجت مند اور غریب ایسی حالت میں نہ ہوگا کہ اس کی حاجت پوری نہ ہوسکے۔ بہرحال مالداروں اور دولت مندوں کے مال میں غریب حاجت مندلوگوں کا ایک متعین حصہ ہے اگر کوئی مالدار زکوٰۃ ادانہیں کرتا تو وہ گویا غریب ومسکین کے حق پر زبردستی قابض ہے کیونکہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

ماخالطت الزکوٰۃ مالا قط الااھلك (مشکوۃ)

''یعنی زکوٰۃ کا مال جس مال میں شامل ہوگا اس کو ہلاک کر کے چھوڑے گا۔''

مطلب یہ ہے کہ اگر اپنے مال سے زکوٰۃ نہیں نکالے گا تو چونکہ وہ غریب کے حصہ کو اپنے مال میں شامل کررہا ہے۔ اس لئے فرمایا: کہ زکوٰۃ کا مال اپنے مال میں شامل کرنے والا ہلاکت کے اسباب پیدا کررہا ہے۔

مال کا میل کچیل:

محترم دوستو! اسی طرح ایک دوسری حدیث مقدسہ میں زکوٰۃ کے مال کو میل کچیل قرار دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے: ان ھذہ الصدقات انما ھی او ساخ الناس (مشکوۃ)

''بے شک یہ زکوٰۃ کا مال لوگوں کے (مال) کے میل کے سوا کچھ نہیں۔''

چنانچہ اسی میل اور گند سے اپنے مالوں کو صاف کرتے کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَ تُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا

''(اے محمد ﷺ) ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ لے کر ان کے مالوں کو پاک کردیجئے۔''

بہرحال جس طرح گنے کے رس کو گڑ بنانے کے لئے پکایا جاتا ہے اوپر میل کچیل جھاگ کی صورت میں آجاتی ہے جس کو باہر نکال دیا جاتا ہے ورنہ یہ میل کچیل گڑ کا ذائقہ اور معیار خراب کر دیتا ہے اور مارکیٹ میں فروخت کے قابل نہیں رہتا اسی طرح یہ زکوٰۃ بھی مال کی میل کچیل ہے اگر اسکو مال سے جدا نہ کیا جائے تو مال خراب ہو جاتا ہے اور پھر اسکی صحیح قیمت نہیں رہتی بلکہ کبھی حادثہ، بیماری اور ناگہانی آفت کی نذر ہو جاتا ہے۔

زکوٰۃ سے مال بڑھتا ہے:

آج لوگ زکوٰۃ کو اس وجہ سے ادا نہیں کرتے کہ اس سے مال کم ہو جائے گا لیکن زکوٰۃ کا ایک معنی برکت اور بڑوتی یعنی مال کا بڑھنا اور زیادہ ہونا ہے اور یہ ایک مشاہداتی بات ہے کہ جو شخص بروقت زکوٰۃ ادا کرتا ہے اس کے مال میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور جو شخص زکوٰۃ ادا نہیں کرتا وہ مختلف مصائب اور مشکلات میں مبتلا رہتا ہے ایسے شخص کیلئے قرآن و حدیث میں سخت سخت وعیدات ذکر ہیں۔ جیسا کہ ابتداء خطبہ میں جو آیت مبارکہ تلاوت کی اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے سخت دردناک عذاب کا تذکرہ فرمایا ہے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر وعید:

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: کہ جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ان کو تین اطراف سے عذاب دیا جائے گا پہلے پیشانی کی طرف سے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جب مالدار آدمی سے سائل زکوٰۃ طلب کرتا ہے تو پہلے وہ منہ موڑ لیتا ہے اور دوسرا عذاب پہلو کی جانب سے دیا جاتا ہے کیونکہ سائل کے اصرار پر وہ پہلو تبدیل کر لیتا ہے اور تیسرا عذاب کمر کی جانب سے دیا جاتا ہے کیونکہ سائل کے مزید اصرار پر وہ اسکی طرف پشت کر دیتا ہے اسی وجہ سے تینوں وجہوں سے اس کو دردناک عذاب دیا جائے گا اسی طرح رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ معراج کی رات میرا گزر ایک قوم پر ہوا کہ انکی شرم گاہ پر آگے اور پیچھے چھیتڑے لپٹے ہوئے تھے اور وہ جانوروں کی طرح چر رہے تھے اور زقوم اور جہنم کے پتھر کھا رہے تھے آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔

مانعین زکوٰۃ سے قتال:

بہرحال زکوٰۃ اسلام کے پانچ ارکان میں نہایت اہم اور ممتاز مقام کا حامل رکن ہے جس پر اسلام کی عمارت قائم و دائم ہے اور تمام مذاہب اسکی افادیت پر متفق ہیں اسی لئے فقہائے کرام نے فرمایا: کہ زکوٰۃ اور اسکی

فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے اور اسلام سے بالکل خارج ہے اسی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر اسلام میں منکرین زکوٰۃ کے بارے میں واضح شرعی حکم موجود ہے اور اسی پر اجماع بھی ہے کہ اگر صاحب قوت و ثروت جماعت سرکشی اختیار کرے اور زکوٰۃ سے انکار کردے تو پھر اسلام نے ان سے باقاعدہ جنگ کرنے کا بھی حکم دیا ہے اور اس فرض کی ادائیگی کیلئے جان سے مار ڈالنے اور خون بہانے سے بھی دریغ نہیں کیا ہے۔

اسی سرکشی اور بغاوت کے طور پر زکوٰۃ سے انکار کرنے والوں سے باقاعدہ جنگ احادیث صحیح اور اجماع صحابہؓ سے ثابت ہے چنانچہ رسول ﷺ کی وفات کے بعض علاقوں کے ایسے لوگ جو بظاہر اسلام قبول کر چکے تھے اور توحید کا اقرار بھی کرتے تھے اور نماز بھی پڑھتے تھے لیکن زکوٰۃ کا انکار کیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کے خلاف جہاد کا اعلان کیا اور فرمایا: کہ یہ لوگ نماز اور زکوٰۃ کے حکم میں فرق کرتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لائے ہوئے مبارک دین سے انحراف وارتداد ہے صحیح بخاری و مسلم کی مشہور روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان ہی منکرین زکوٰۃ کے بارے میں حضرت عمر فاروقؓ کو جواب دیتے ہوئے فرمایا واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ خدا کی قسم نماز اور زکوٰۃ کے درمیان جو لوگ تفریق کریں گے میں ضرور ان کے خلاف جہاد کروں گا پھر تمام صحابہ کرامؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اس نقطہ نظر کو قبول کر لیا اور اس بات پر تمام صحابہ کرامؓ کا اجماع قائم ہوا۔

زکوٰۃ کے دو فائدے:

معزز حاضرین! امام شاہ ولی اللہ دہلوی نے زکوٰۃ کے دو مصالح بیان کئے پہلی مصلحت ''تہذیب نفس''، یعنی نفس کی صفائی و پاکی۔ چونکہ نفس، حرص اور بخل کا آپس میں بے حد تعلق ہے حرص بدترین اخلاق میں سے ہے جو دنیا سے رخصت ہونے کے بعد انسان کو سخت ہلاکت میں ڈال سکتی ہے جو حریص ہوگا مرتے دم تک اس کا دل مال میں اٹکا رہے گا اور اس کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اگر زکوٰۃ کی ادائیگی کا سلسلہ اس نے جاری رکھا ہو تو یہ حرص اس سے ختم ہو جائے گی، جو آخرت میں اس کو نفع پہونچانے کا ذریعہ ہوگی۔ دوسری مصلحت کا تعلق معاشرہ سے ہے چونکہ زیادہ تر مالدار لوگوں کا تعلق شہروں سے ہوتا ہے وہاں ضعفاء، نادار، مفلوک الحال جمع ہوں گے اگر ان کی ہمدردی واعانت کی یہ سنت نہ ہو تو وہ سب بھوک سے ہلاک ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ شہروں کا نظام مال پر قائم ہوتا ہے اور ان شہروں کے ذمہ دار اور مدبرین و منتظمین اپنی ان مشغولیات کی وجہ سے باقاعدہ ذریعہ معاش اختیار نہیں کر سکتے ان کی معیشت کا انحصار اسی پر ہوتا ہے مشترکہ اخراجات یا چندے کرنا نہ تو سب کے لئے آسان ہے اور نہ ہی ممکن ہے۔ اس لئے عوام

سے ان مصالح کے لئے رقم وصول کرنا مناسب دستور ہے۔ چونکہ مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ دونوں مصالح یعنی مسئلہ تہذیب نفس اور اصلاح معاشرہ آپس میں لازم وملزوم رہیں اس لئے شریعت نے زکوٰۃ کو فرض کرکے ان دونوں میں ہم آہنگی قائم رکھی ہے۔

زکوٰۃ اور ٹیکس میں فرق:

محترم سامعین ! زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کا سبب اور مال کے بڑھنے کا سبب ہے اور زکوٰۃ عبادت ہے نا کہ ٹیکس یا جبری جرمانہ حضرت مولانا عبدالکلام آزادؒ فرماتے ہیں: کہ زکوٰۃ کی نوعیت عام خیرات کی سی نہیں ہے بلکہ یہ اپنے پورے معنوں میں ایک انکم ٹیکس ہے جو اسلامی حکومت نے ہر کمانے والے فرد پر لگایا ہے بشرطیکہ اسکی کمائی اسکی ضروریات زندگی سے زیادہ ہو موجودہ زمانے میں انکم ٹیکس میں اور اس (زکوٰۃ) میں صرف دو باتوں کا فرق ہے ایک یہ کہ زکوٰۃ اپنی نوعیت میں زیادہ وسیع مفہوم رکھتی ہے یعنی صرف کاروبار کی گھٹتی بڑھتی آمدنی پر ہی عائد نہیں ہوتی بلکہ اندوختے پر بھی واجب ہو جاتی ہے اگر چہ اس سال کوئی نئی آمدنی نہ ہوئی ہو، نیز اس سال کی تمام ملکیتیں بھی اس میں داخل ہیں جو بڑھنے کی استعداد رکھتی ہیں مثلاً مویشی وغیرہ اور دوسرا یہ کہ مقصد کے لحاظ سے یہ ایک خاص مصرف رکھتا ہے جسکی مختلف صورتیں متعین کر دی گئی ہیں سٹیٹ کو حق نہیں کہ ان مصارف کے علاوہ کسی دوسرے مصرف میں خرچ کرے۔

رب ذوالجلال ہم سب کو خدائی احکامات پر عمل کی توفیق سے نوازیں۔ آمین

مؤتمر المصنفین کی نئی علمی ادبی اور تحقیقی پیشکش

الارشاد

الی تحقیق

بانت سعاد

تصنیف: مولانا فیض الرحمٰن حقانی

مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

برائے رابطہ: 0303-8359358

محمد رضی الاسلام ندوی*

اسپرم بینک
تصور، مسائل اور اسلامی نقطۂ نظر

(۲: آخری قسط)

موجودہ جدید دور میں طب وسائنس کی وجہ سے جدید مسائل کا آئے روز سامنا کرنا پڑرہا ہے۔ مثلاً ٹیسٹ ٹیوب بے بی، کلوننگ، جنیاتی بینک وانجینئرنگ ونقشہ، مصنوعی بارآوری، طبی استبرائے رحم، ملک بینک ،ری پروڈکٹیو کلوننگ اور جدید نظام تولید مثلاً کرائے پر رحم وغیرہ جیسے مباحث کے بعد انسانی و حیوانی منویہ (اسپرم بینک) کے مسائل بھی بحث وتحقیق کیلئے زیرغور ہے۔ یہ مضمون اسی سلسلہ میں دعوت غوروفکر دے رہا ہے۔ ''الحق'' کے صفحات مزید بحث ونظر کے ئے حاضر ہیں......(مدیر)

اسپرم بینک۔مغربی کلچر کی دین

بانجھ پن اور تولیدی صلاحیت سے محرومی یوں تو صحت عامہ کے ایسے مسائل ہیں جو پوری دنیا میں عام ہیں، لیکن خاص طور سے انھوں نے مغربی مما لک میں خطرناک صورت اختیار کر لی ہے۔ اس کا بنیادی سبب وہ کلچر اور طرزِ معاشرت ہے جو مغرب کی پہچان بن گیا ہے۔ وہاں عورتوں کو بے محابا آزادی حاصل ہے۔ اباحیت عروج پر ہے۔ جنسی تسکین کے لیے کوئی بھی ذریعہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ صنفِ مخالف سے جنسی تعلق اگر زورزبردستی قائم کیا جائے تب تو وہ جرم اور قابلِ تعزیر ہے، لیکن اگر اس میں دونوں فریقوں کی مرضی شامل ہو تو اس پر کوئی روک ٹوک اور قید نہیں۔ حتّٰی کہ خلافِ وضعِ فطرت جنسی اعمال کو بھی قانونی جواز عطا کر دیا گیا ہے۔ کسی چیز کا ضرورت سے زیادہ اور غلط طریقے سے استعمال موجبِ فساد ہوتا ہے۔ یہی معاملہ مغرب میں جنس (Sex) کے سلسلے میں ہوا ہے۔ جنسی آوارگی، اباحیت اور انارکی کا نتیجہ وہاں مردوں میں تولیدی صلاحیت سے محرومی اور عورتوں میں بانجھ

---

* معاون مدیر، سہ ماہی ''تحقیقات اسلامی''، علی گڑھ، ہندوستان

پن کی صورت میں ظاہر ہوا۔ پھر ان مسائل کا جو حل تلاش کیا گیا اس میں انسانی قدروں کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا۔ اس انحراف کے نتیجے میں انسانی معاشرہ جن سماجی اور نفسیاتی پیچیدگیوں کا شکار ہوتا ہے، ان سے مکمل صرفِ نظر کر لیا گیا۔ خلاصہ یہ کہ مصنوعی تلقیح اور اسپرم بینک کے تصورات خالص مغربی کلچر کی پیداوار ہیں۔ یہ جدید سائنسی طریقے بہ ظاہر بعض مسائل کو حل کرنے کے لیے ایجاد کیے گئے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے بہت سے نئے مسائل پیدا کر دیے ہیں، جن کا کوئی حل نظر نہیں آتا۔

نظامِ خاندان پر کاری ضرب

اسپرم بینک کے رواج نے خاندان کے استحکام کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ نسلِ انسانی کے تسلسل کے لیے فطرت نے زوجین کو ایک دوسرے کا محتاج اور ضرورت مند بنایا تھا۔ شوہر کا یہ احساس کہ بیوی کی کوکھ میں اس کا بچہ پل رہا ہے، اسے بیوی کی مسلسل خبر گیری اور نگہ داشت رکھنے، اس کی تمام ضرورتیں پوری کرنے اور اس کی سرپرستی کرنے پر مجبور کرتا تھا۔ اور بیوی کا یہ احساس کہ قدرت کا یہ انمول تحفہ اسے شوہر کے ذریعہ ملا ہے، اس کے دل میں شوہر کی قدر و منزلت اور محبت پیدا کرتا تھا۔ اسپرم بینک کے ذریعے اجنبی مرد کے نطفے سے مصنوعی بارآوری کے عمل نے دونوں کو ان احساسات سے عاری کر دیا ہے اور ان کا باہم جذباتی تعلق ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ دونوں بسا اوقات مالی اور مادی منفعتوں کے حصول کے لیے ایک ساتھ رہتے ہیں، ورنہ ان کے درمیان محبت و مودت اور انسیت کا تعلق نہیں رہتا۔

مغرب میں ہم جنسیت (Homosexuality) کے فروغ اور آزادیٔ نسواں کے نتیجے میں صورت حال میں مزید بگاڑ آ گیا ہے۔ عورت کے عورت کی جانب جنسی میلان کو فطری قرار دے کر ان کے درمیان باہم شادی کو قانونی جواز فراہم کر دیا گیا ہے۔ ایسی عورتوں کی بھی خاصی تعداد ہو گئی ہے جو روایتی نکاح کو مردوں کی بالادستی قرار دے کر اس سے انکاری ہیں۔ چنانچہ وہ تنہا ہی زندگی گزارنے کو ترجیح دیتی ہیں۔ پھر ان کی ممتا جاگتی ہے تو وہ اسپرم بینکوں سے رجوع کر کے اور وہاں سے اپنی پسند کے اسپرم حاصل کر کے مصنوعی تلقیح کروا لیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی ملکوں میں خاندانی نظام چرمرا کر رہ گیا ہے۔

نسب کی پامالی

نظامِ خاندان کے تحت اور شوہر کے نطفے سے تولید کی صورت میں افرادِ خاندان کے درمیان گہرا اور قریبی تعلق قائم ہوتا ہے۔ رشتوں کی پاس داری کی جاتی ہے۔ ان کے درمیان محبت و مودت استوار ہوتی ہے۔ وہ ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتے اور ان کی ادائیگی کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی بنا پر انسانوں میں اپنے نسب کی حفاظت کی فطری خواہش پائی جاتی ہے۔ باپ اپنے بیٹوں کو عزیز رکھتا ہے اور بیٹے یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ان کا باپ کون ہے؟ اسپرم بینک کے رواج نے تصورِ نسب کو قصۂ پارینہ بنا دیا ہے۔ یہ بینک اسپرم کے عطیہ دہندگان کے ذاتی اوصاف و خصوصیات کا تو ریکارڈ رکھتے ہیں، لیکن ان کی شناخت کو عموماً ظاہر نہیں کرتے۔ اگرچہ بعض ملکوں میں ایسے قوانین بنائے گئے ہیں کہ عطیہ دہندگان کے مکمل احوال و کوائف اور شخصی معلومات کا بھی ڈاٹا تیار کیا جائے، اس لیے کہ پیدا ہونے والے بچے کا یہ بنیادی حق سمجھا جاتا ہے کہ اگر بالغ ہونے کے بعد وہ یہ جاننا چاہے کہ اس کا باپ کون ہے؟ تو اسے صحیح معلومات حاصل ہو سکیں۔ لیکن نہ عطیہ دہندگان اپنے نجی کوائف کو ریکارڈ کروانا چاہتے ہیں، نہ اسپرم کا عطیہ حاصل کرنے والی عورتوں کو اس سے کوئی دل چسپی ہوتی ہے۔ اسی بنا پر اسپرم بینکوں میں محفوظ ذخیرہ کا غالب حصہ اسپرم کے مجہول نمونوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

انسانی تجارت کا پیش خیمہ

زمانۂ قدیم میں انسانی تجارت عام تھی۔ انسانوں کو خریدا اور بیچا جاتا تھا۔ ان کی منڈیاں قائم تھیں اور بازار لگتے تھے، جہاں ان کی بولیاں لگائی جاتی تھیں۔ خواہش مند آتے اور اپنی پسند کے غلام اور لونڈیاں چھانٹ کر لے جاتے تھے۔ ان سے خود کام لیتے اور اپنے اعزاء و اقارب کو تحفے میں دیتے تھے۔ پھر زمانہ بدلا، بیداری آئی، انسانی عظمت و رفعت کا احساس جاگا تو انسانوں کی خرید و فروخت کو قابلِ نفرت سمجھا جانے لگا، اس سلسلہ میں نئے قوانین وضع کیے گئے اور بالآخر پوری دنیا میں اس پر پابندی عائد کر دی گئی۔

اسپرم بینک نے آج نئے انداز سے انسانی تجارت کا دروازہ کھول دیا ہے۔ انسانی تخلیق میں کام آنے اور واسطے بننے والی ہر چیز آج خریدی اور بیچی جا سکتی ہے۔ اسی طرح اسے کرایے پر فراہم اور حاصل کیا جا سکتا ہے، چاہے وہ عورت کا بیضہ ہو یا مرد کا اسپرم، یا ان دونوں کی تلقیح اور اس کے بعد جنین کی پرورش کے لئے عورت کا رحم۔ مزید برآں یہ سہولت بھی حاصل ہے کہ خواہش مند جس کوالٹی کا اسپرم

چاہیں، انھیں مل سکتا ہے۔ کسی لمبے شخص کا، گورے کا، اعلیٰ تعلیم یافتہ کا، بزنس مین کا، سائنس داں کا، حتی کہ نوبل انعام یافتہ کا۔ جن خصوصیات کے حامل شخص کا بھی اسپرم مطلوب ہو، تجارتی منڈی میں وہ دست یاب ہے۔ اس کی مقررہ قیمت ادا کرکے اسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اب تک یہ چیزیں الگ الگ فراہم ہیں۔ بچے چاہنے والوں کے پاس جس چیز کی کمی ہوتی ہے وہ اسے خرید کر حسبِ ضرورت بچے پیدا کروالیتے ہیں۔ لیکن وہ دن دور نہیں جب ان چیزوں کی تجارت کرنے والے خود بچے پیدا کرواکے بین الاقوامی مارکیٹ میں انھیں فروخت کے لیے پیش کرنے لگیں گے۔

اسلام کا نقطۂ نظر

اسلام نے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے متعلق رہ نمائی کی ہے۔ مرد اور عورت کے درمیان کیسے تعلقات ہوں؟ ان کی جنسی خواہشات کی تکمیل کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ خاندانی زندگی کیسے گزاری جائے؟ ان تمام امور سے متعلق اصولی باتیں اس نے کھول کھول کر بیان کر دی ہیں۔ ان کی روشنی میں مصنوعی تلقیح اور اسپرم بینک کے بارے میں اسلام کا موقف بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔

کسی اجنبی مرد کے نطفے سے بار آوری زنا کے مترادف ہے

اسلام نے نسل انسانی کے تسلسل کا واحد جائز ذریعہ نکاح کو قرار دیا ہے۔ اس کے نزدیک صرف نکاح کے بعد ہی مرد اور عورت کے درمیان جنسی تعلق کو قانونی حیثیت حاصل ہو سکتی ہے۔ ماورائے نکاح جنسی تعلق کو وہ زنا قرار دیتا ہے اور اسے انتہائی گھناؤنا عمل قرار دیتے ہوئے اس سے بچنے کی تاکید کرتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ:

وَلَا تَقْرَبُواْ الزِّنَىٰٓ إِنَّهُۥ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيلًا (الاسراء:۳۲)

زنا کے قریب نہ پھٹکو۔ وہ بہت برا فعل ہے اور بڑا ہی برا راستہ۔

اور اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

ما من ذنب بعد الشرك أعظم عند الله من نطفة وضعها رجل فى رحم لايحلّ له۔ [۴]

بارگاہ الٰہی میں شرک کے بعد اس سے بڑا اور کوئی گناہ نہیں کہ آدمی اپنا نطفہ کسی ایسے رحم میں ڈالے جو اس کے لیے حلال نہ ہو۔

امام فخر الدین رازیؒ نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ زنا میں بہت سے سماجی، تمدنی اور اخلاقی مفاسد پائے جاتے ہیں، جن کی وجہ سے اسلام میں اسے حرام قرار دیا گیا ہے۔ [۵]

اسلامی تعلیمات کی رو سے جس طرح نکاح کے بغیر مرد اور عورت کا جنسی تعلق حرام ہے، اسی طرح شوہر کے علاوہ کسی دوسرے مرد کے نطفے سے عورت کے بیضے کی مصنوعی تلقیح بھی حرام ہے۔ اس بنا پر اسلام ضروری قرار دیتا ہے کہ جن افراد کے نطفے اور بیضے سے جنین کی تخلیق ہو لازماً وہ رشتۂ ازدواج میں بندھے ہوئے ہوں۔ اس کے نزدیک نہ شوہر کے نطفے سے کسی اجنبی عورت کے بیضے کی بارآوری جائز ہے اور نہ بیوی کے بیضے کو کسی اجنبی مرد کے نطفے سے بارآور کیا جاسکتا ہے۔

شیخ محمود شلتوت، سابق شیخ الجامع الازہر مصر نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے:

أمّا اذا کان التلقیح بماء رجل أجنبی عن المرأة لا یر بط بینهما عقد زواج،فانه یکون فی نظر الشریعة الاسلامیة ذات التنظیم الانسانی الکریم جریمة منکرة واثماً عظیماً یلتقی مع الزنافی إطار واحد،جوهرهما واحد و نتیجتهما واحدة [۶]

اگر تلقیح اجنبی مرد کے نطفے سے ہو اور عورت اور مرد رشتۂ ازدواج سے منسلک نہ ہوں تو اسلامی شریعت، جس نے انسانی تعلقات کے لیے پاکیزہ ضابطے بنائے ہیں، اس کی نظر میں سنگین جرم اور عظیم گناہ ہے۔ یہ زنا ہی کی ایک شکل ہے۔ دونوں کا جوہر ایک ہے اور دونوں کا نتیجہ بھی ایک ہے۔

عمدہ نطفے کا انتخاب۔ جاہلی طریقہ

اسپرم بینک خواہش مندوں کو یہ سہولت بھی فراہم کرتے ہیں کہ وہ اپنی پسند کے عمدہ اسپرم کا انتخاب کرسکیں۔ اس ذوق کی تسکین کے لیے نوبل انعام یافتگان کا اسپرم بینک قائم کیا گیا تھا۔ یہ سراسر جاہلی طریقہ ہے، جسے اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔ حضرت عروہ بن زبیرؓ روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے ان سے بیان کیا کہ عہدِ جاہلیت میں نکاح (مرد و عورت کے درمیان جنسی تعلق) کے چار طریقے رائج تھے۔ ان میں سے ایک طریقہ یہ تھا:

کان الرجل یقول لامرأته اذا طهرت من طمثها ارسلی الی فلان فاستبضعی منه،ویعتزلها زوجها ولا یمسّها أبداً حتّٰی یتبیّن حملها من ذلك الرجل الذی تستبضع منه،فاذا تبیّن حملها أصابها زوجها اذا احبّ ،وانما یفعل ذلك رغبة فی نجابة الولد،فکان هذا النکاح نکاح الاستبضاع [۷]

عورت جب حیض سے پاک ہوتی تو اس کا شوہر اس سے کہتا تھا: تم فلاں شخص کے پاس جاؤ اور اس سے جنسی تعلق قائم کرو۔ اس کے بعد وہ اپنی بیوی سے الگ تھلگ رہتا اور اسے اس وقت تک ہاتھ نہ لگاتا تھا، جب تک اس مرد سے تعلق کے نتیجہ میں اس کا حمل ظاہر نہ ہو جاتا۔ حمل ظاہر ہو جانے کے بعد وہ حسبِ خواہش اس سے جماع کرتا تھا۔ ایسا اچھی نسل سے اولاد حاصل کرنے کے لیے کیا جاتا تھا۔ اسے 'نکاح الاستبضاع' کہا جاتا تھا۔

یہ ایک فرسودہ، بے بنیاد اور گمراہ کن تصور ہے کہ اچھی نسل، اعلیٰ تعلیم یا دیگر عمدہ خصوصیات کے حامل مرد کے اسپرم سے اگر تلقیح کروائی جائے تو انہی خصوصیات کا حامل بچہ پیدا ہوگا۔ بچے میں موروثی خصوصیات باپ اور ماں دونوں کی طرف سے منتقل ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ اس کی شخصیت کی تعمیر و تشکیل میں دیگر عوامل بھی کارفرما ہوتے ہیں۔ Isodora Duncan نامی خاتون نے ایک مرتبہ نوبل انعام یافتہ مشہور انگریز ادیب اور دانش ور جارج برنارڈ شا (م ۱۹۵۰ء) کو لکھا: ''آپ کے پاس دنیا کا سب سے اعلیٰ دماغ ہے اور میرے پاس خوب صورت ترین جسم۔ ہم دونوں مل کر ایک اعلیٰ خصوصیات کا حامل بچہ پیدا کر سکتے ہیں۔'' برنارڈ شا نے اس کا یہ جواب دیا: ''عزیزِ من! اگر بچے میں میرے جسم اور تمہارے دماغ کی وراثتی خصوصیات منتقل ہو گئیں تو کیا ہوگا؟!''

شوہر کے انتقال کے بعد اس کے محفوظ نطفے سے بارآوری جائز نہیں

پیچھے گزر چکا ہے کہ اگر کسی مرض یا عذر کی وجہ سے زوجین کے درمیان طبعی طور پر جنسی تعلق قائم نہ ہو سکے تو شوہر کے نطفے سے مصنوعی تلقیح کے ذریعے بیوی کو بارآور کیا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا نطفہ اسپرم بینک میں جمع کرایا ہو تو کیا اس کی وفات کے بعد بیوی اسے حاصل کر کے اور اس کے ذریعہ بارآور ہو کر بچہ پیدا کر سکتی ہے؟ اسلامی شریعت کی رو سے اس کا جواب نفی میں ہے۔ اس لیے کہ شوہر کی وفات کے بعد بیوی کا اس سے ازدواجی رشتہ منقطع ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ عدت گزارنے کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔

بین الاقوامی اسلامی فقہی اکیڈمیوں میں اس موضوع پر غور و خوض کیا گیا ہے اور تمام فقہاء نے بالاتفاق شوہر کی وفات کے بعد اس کے نطفے سے عورت کی تلقیح کو حرام قرار دیا ہے۔ مجمع البحوث العلمیۃ نے اپنے اجلاس منعقدہ عمان ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء میں فیصلہ کیا کہ:

''شوہر کے انتقال کے بعد اس کے نطفے سے بیوی کو بارآور کرنا شرعی طور پر حرام

ہے، اس لیے کہ اب وہ اس کی بیوی نہیں رہی۔ یہ فعل شرعاً حرام ہے، اس لیے کہ یہ ایک مرد کے حیواناتِ منویہ کو ایسی عورت کے رحم میں ڈالنے کے مثل ہے جو اس کے لیے اجنبی ہے، کیوں کہ موت نے ان کے درمیان رشتۂ ازدواج کو ختم کردیا ہے۔'' 8

ڈاکٹر ابوالفضل محسن ابراہیم نے اس موضوع پر اسلامی شریعت کی ترجمانی ان الفاظ میں کی ہے:

''اسلامی قانون کی رو سے یہ بھی ناجائز ہوگا کہ ایک شوہر اپنا نطفہ مادۂ تولید بینک میں اس خیال سے جمع کرائے کہ اس کی موت کے بعد اسے اس کی بیوی کو حاملہ کرنے کے لیے استعمال کیا جاسکے۔ کیوں کہ موت اس معنیٰ میں رشتۂ ازدواج کو کالعدم کردیتی ہے کہ عورت عدّت پوری کرنے کے بعد کسی دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے۔ لہٰذا شوہر کی موت کے بعد اس کے محفوظ نطفہ سے اس کی بیوی کو حاملہ کرنا بھی ایک ناجائز فعل ہوگا۔'' 9

شوہر کی زندگی میں اس کے محفوظ نطفے سے بارآوری کا حکم

اگر کسی شخص نے اپنا نطفہ اسپرم بینک میں جمع کرادیا ہو، اس کے بعد کسی حادثہ کی وجہ سے وہ جماع پر قادر نہ ہوسکے، یا کسی نوعیت کے علاج کے نتیجے میں اس کی قوتِ مردمی ختم ہوگئی ہو، تو کیا بعد میں اس کی زندگی میں اس کے نطفے سے اس کی بیوی مصنوعی تلقیح کرواسکتی ہے؟ اس سوال کا جواب فقہاء کی تحریروں یا فقہی اکیڈمیوں کے فیصلوں میں صراحت سے تو نہیں ملتا، لیکن ان کے دیگر فیصلوں کی روشنی میں اس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ رابطہ عالم اسلامی کے تحت قائم المجمع الفقہی الاسلامی مکہ مکرمہ نے اپنے ساتویں سمینار منعقدہ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء اور آٹھویں سمینار منعقدہ ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء میں اور تنظیم اسلامی کانفرنس کی زیرنگرانی قائم بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ نے اپنے تیسرے اجلاس منعقدہ عمّان (اردن) ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶ء میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ ''شوہر کے نطفے سے بیوی کی مصنوعی تلقیح، خواہ بہ راہ راست کی جائے یا بیرونی طور پر پہلے ان کے نطفے اور بیضے کو ٹیسٹ ٹیوب میں بارآور کرلیا جائے، پھر اس بارآور بیضہ کو عورت کے رحم میں منتقل کیا جائے، دونوں صورتیں جائز ہیں۔'' 10

اور یہ معلوم ہے کہ مصنوعی تلقیح تازہ اسپرم کے ذریعے بھی ممکن ہے اور اسپرم بینک میں محفوظ منجمد اسپرم کے ذریعے بھی۔ اس بنا پر جس طرح شوہر کے تازہ اسپرم سے بیوی کی مصنوعی تلقیح جائز ہے، اسی طرح اسپرم بینک میں محفوظ اس کے نطفے سے بھی کی جاسکتی ہے۔

اسپرم بینک کا قیام اور اسپرم کی خرید فروخت

گزشتہ تفصیل سے واضح ہوا کہ اسپرم بینک سے استفادہ کی بیش تر صورتیں اسلامی شریعت کی رو سے حرام ہیں۔ اگرچہ مغربی ممالک میں اسے بہت زیادہ رواج مل گیا ہے اور مغربی کلچر کے زیر اثر دنیا کے بیش تر ممالک میں اسپرم بینک قائم ہو گئے ہیں، لیکن اس کے متنوع مفاسد کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں کے لیے نہ اسپرم بینک کا قیام جائز ہے نہ وہاں سے اسپرم کی خرید وفروخت کی اجازت ہے۔ ڈاکٹر عبد اللہ بن محمد الطیار، استاذ الدراسات العلیا، کلیۃ الشریعۃ و الدراسات العلیا، جامعۃ القصیم، سعودی عرب نے اپنے ایک مقالے میں اس موضوع سے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

”بانجھ پن پوری دنیا اور خاص کر مغربی دنیا کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ اس لیے اس کے علاج کا جو طریقہ بھی ہو، اسے طبی حلقوں اور عوام میں قبول عام حاصل ہوتا ہے۔ اولاد کے حصول کے لیے بہت سے طریقے رائج ہو گئے ہیں، لیکن وہ شرعی طور پر جائز نہیں ہیں۔ ان میں سے ایک ناجائز طریقہ مرد کے نطفے کی خرید وفروخت اور مصنوعی تلقیح میں اس کا استعمال ہے۔ مغرب میں اس کے لیے مخصوص بینک قائم ہو گئے ہیں، جہاں نطفے جمع کیے جاتے ہیں اور لوگ اپنی پسند کے نطفے وہاں سے خریدتے ہیں۔ یہ چیز اسلام میں مطلق حرام ہے۔ اس میں بہت سے مفاسد پائے جاتے ہیں۔ اس طریقے سے ایسے بچے پیدا ہوں گے جن کا صحیح نسب غیر معروف ہوگا۔ مصنوعی تلقیح کا جواز صرف بانجھ پن اور عدمِ تولید کی چند مخصوص حالتوں میں ہی ہو سکتا ہے، جب کہ اس میں مادّی، معاشرتی، اخلاقی اور قانونی اعتبار سے بہت سے مفاسد ہیں۔ مصنوعی تلقیح کے یہ جدید طریقے صحیح شرعی نکاح کو کالعدم کرنے کا باعث بن رہے ہیں۔ ان سے فطرت کی خلاف ورزی ہو رہی ہے، اخلاقی اور اجتماعی مسائل پیدا ہو رہے ہیں اور دنیا میں ایسی نسل ظاہر ہو رہی ہے جس کا نسب معلوم نہیں اور ایسے خاندان وجود میں آرہے ہین جن کے درمیان رشتۂ ازدواج نہیں ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ نطفہ کی خرید وفروخت حرام ہے اور مسلمانوں کے لیے اسپرم بینک قائم کرنا جائز نہیں۔ یہ عمل شرعاً حرام ہے، اس لیے کہ اس میں بہت سے غیر شرعی کام لازم آتے ہیں، جن سے فطرتِ سلیمہ ابا کرتی ہے۔“ [11]

اسپرم بینک خدائی ہدایات اور الٰہی شریعت سے بے پروا مغربی تہذیب کا شاخسانہ ہے۔ اس سے

اجتناب کے ساتھ اس کے اخلاقی، سماجی اور روحانی مفاسد کو بھی نمایاں کرنے کی ضرورت ہے۔

حواشی و مراجع

۱ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: محمد رضی الاسلام ندوی، تخلیق انسانی کے مراحل اور قرآن کا سائنسی اعجاز، اسلامک بک فاونڈیشن، نئی دہلی، ۱۹۹۴ء، ص ۲۴۔۲۵

۲ ملاحظہ کیجیے: محمد رضی الاسلام ندوی، مقالات طب، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، ۲۰۰۶ء جلد اول، ص ۷۔۸، مقالہ: مصنوعی طریق ہائے تولید اور اسلام

۳ حوالہ سابق، مزید ملاحظہ کیجیے: منور احمد انیس، مقالہ: تولیدی حیاتیات، اردو ترجمہ: اسرار احمد خاں، سہ اشاعتی مجلّہ آیات علی گڑھ، جلد ا، شمارہ ا، جنوری ۔ مارچ ۱۹۹۰ء، ابو الفضل محسن ابراہیم، جدید حیاتیاتی مسائل اور اسلام، اردو ترجمہ: اسرار احمد خاں، مرکز الدراسات الاسلامیۃ علی گڑھ، ۱۹۹۵ء

۴ ابن ابی الدنیا، کتاب الورع، حدیث نمبر ۱۳۷۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، تفسیر الاسراء: ۳۲۔ یہ حدیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہے، لیکن اس کا مضمون قرآنی آیات اور دیگر احادیث سے ثابت ہے۔

۵ فخر الدین رازی، مفاتیح الغیب المعروف بالتفسیر الکبیر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، تفسیر آیت الاسراء: ۳۲

۶ الشیخ محمود شلتوت، الفتاوی، دار الشروق القاہرۃ، ۲۰۰۴ء، ص ۲۸۱

۷ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب من قال لا نکاح الا بولی: ۵۱۲۷

۸ ملاحظہ کیجیے: شادیۃ الصادق الحسن، حکم الاسلام فی التلقیح الصناعی، مجلۃ العلوم والبحوث الاسلامیۃ، السودان، العدد ۲، فبرائر ۲۰۱۱، ص ۹ بہ حوالہ احمد محمد لطفی، التلقیح الصناعی بین اقوال الاطباء وآراء الفقہاء، طبع ۲۰۰۶ء، ص ۱۰۴۔ محمد احمد طہ، الانجاب بین التحریم والمشروعیۃ، توزیع: منشأۃ المعارف بالاسکندریۃ، ۲۰۰۳ء، ص ۱۲۰

۹ جدید حیاتیاتی مسائل اور اسلام، ص ۹۳

۱۰ ملاحظہ کیجیے: رابطہ عالم اسلامی کے تحت قائم المجمع الفقہی الاسلامی مکہ مکرمہ کے فقہی فیصلے، ایفا پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۲۰۱۲، ص ۱۹۴، ۲۰۵۔۲۰۶، جدید فقہی مسائل اور ان کا مجوزہ حل (بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ کے فقہی اجلاسوں کی قراردادیں اور سفارشات)، ماڈرن اسلامک فقہ اکیڈمی کراچی، ۲۰۰۶ء، ص ۵۱

۱۱ د۔ عبد اللہ بن محمد الطیار، الضوابط الشرعیۃ فی المعاوضۃ علی الحقوق والالتزامات، www.m-islam.net، بحث: بیع المنی

جنرل مرزا اسلم بیگ

ہماری لانگ مارچ پر مبنی سیاست

1990ء سے اب تک ہم وطن عزیز میں لانگ مارچ پر مبنی سیاست کا مشاہدہ کرتے آئے ہیں اور حیرت کی بات یہ ہے کہ ہر بار لانگ مارچ صرف منتخب حکومتوں کے دور میں ہی ہوئے۔ بنیادی طور پر ان لانگ مارچوں کا مقصد ''آرمی کی آشیر باد سے حکومت کی تبدیلی'' کیلئے مشق کرنا ہے۔14 اگست سے شروع ہونے والا عمران خان اور طاہر القادری کا موجودہ ہلہ گلہ بھی ان کے سیاسی عزائم کی تکمیل کی خاطر اسی قسم کی ایک مشق ہے۔ان دونوں حضرات نے واضح کر دیا ہے کہ اگست کے اواخر تک نواز شریف کی حکومت ختم کر دی جائے گی اور ''تبدیلی نظام'' کیلئے انقلاب کی راہ متعین کی جائے گی۔آیئے ماضی میں ہونے والے لانگ مارچوں کے نتائج اور حالیہ لانگ مارچ کی کامیابی کے امکانات کا جائزہ لیتے ہیں۔

1992ء میں محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کے زیر قیادت قومی جمہوری اتحاد نے لاہور سے لانگ مارچ شروع کیا اور ان کی والدہ محترمہ بیگم نصرت بھٹو نے لاڑکانہ سے شروع ہونے والے لانگ مارچ کی قیادت کی لیکن دونوں لانگ مارچ ناکامی سے دوچار ہوئے۔ بیگم نصرت بھٹو کے ساتھ ہتک آمیز سلوک کیا گیا اور وہ زخمی ہوکر ہسپتال جا پہنچیں جبکہ بے نظیر بھٹو کو گرفتار کر کے لاڑکانہ میں نظر بند کر دیا گیا۔اس طرح یہ لانگ مارچ ناکامی سے دوچار ہوا کیونکہ اس وقت کے آرمی چیف جنرل آصف نواز نے انہیں ''پذیرائی نہیں بخشی'' اور نواز شریف کو لانگ مارچ سے نمٹنے کیلئے فری ہینڈ دے دیا گیا تھا۔محترمہ کے اس لانگ مارچ کی ناکامی کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اسے کامیاب بنانے کیلئے مناسب ''ہوم ورک'' نہیں کیا تھا۔

اگلے سال یعنی 1993ء میں محترمہ بے نظیر بھٹو نے ایک اور لانگ مارچ کی منصوبہ بندی کی جو شروع ہوا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اسلام آباد پہنچتیں، اس وقت کے چیف آف آرمی سٹاف جنرل عبدالوحید کاکڑ نے ان کیلئے راہ ہموار کرادی تھی اور مداخلت کر کے اس شرط پر صدر اور وزیر اعظم کو اقتدار سے علیحدہ ہونے پر راضی کرلیا تھا کہ وہ نوے دنوں کے اندر انتخابات کرادیں گے۔اس طرح بے نظیر بھٹو نے لانگ مارچ ختم کر دیا اور 1993ء کے آخر میں منعقد ہونے والے انتخابات میں کامیابی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ بلاشبہ اس لانگ مارچ کو کامیاب بنانے کیلئے انہوں نے مناسب ''ہوم ورک'' کیا تھا۔

---

* سابق چیف آف آرمی سٹاف پاکستان

1996ء میں بے نظیر بھٹو کے متعین کردہ اور ان کی اپنی ہی پارٹی کے سینئر ترین راہنما سردار فاروق احمد خان لغاری نے ان کی حکومت ختم کردی جس کے بعد نواز شریف دوسری بار وزیر اعظم منتخب ہوئے۔لیکن ابھی نواز شریف کی حکومت قائم ہوئے بمشکل دو سال ہی گزرے تھے کہ بے نظیر بھٹو نے' نوابزادہ نصر اللہ خان کے گیارہ جماعتوں پر مشتمل سیاسی اتحاد؛ عوامی نیشنل پارٹی؛ ایم کیو ایم اور پاکستان تحریک انصاف کو ملا کر 1998ء میں گرینڈ ڈیموکریٹک الائنس قائم کیا اور واشنگٹن کی سرپرستی اور آرمی چیف جنرل پرویز مشرف کی جانب سے اس یقین دہانی پر تحریک شروع کردی کہ "وہ نواز شریف کو اقتدار سے الگ کر کے نوے دنوں کے اندر انتخابات کرائیں گے اور اقتدار انتخابات جیتنے والی پارٹی کے حوالے کر دیں گے۔" یہی وہ وقت تھا جہاں بے نظیر بھٹو جیسی زیرک سیاستدان ایک جرنیل کے دھوکے میں آ گئیں جو آئندہ دس سال تک خودمند اقتدار پر براجمان رہا۔

2009ء میں وکلاء کی بحالی عدلیہ کی تحریک اگرچہ اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی لیکن اس کی کامیابی کے کوئی آثار نہیں تھے۔اس وقت نواز شریف نے بڑی آسانی سے وکلاء کی تحریک کی قیادت اپنے ہاتھوں میں لے لی اور لاہور سے اسلام آباد کی جانب لانگ مارچ شروع کیا۔ابھی انہوں نے بمشکل راوی کا پل ہی عبور کیا تھا کہ انہیں اس وقت کے آرمی چیف جنرل اشفاق پرویز کیانی کی جانب سے پیغام ملا کہ ان کے مطالبات مان لئے گئے ہیں لہذا لانگ مارچ کو ختم کر دیا جائے' جس پر نواز شریف نے شکریہ ادا کیا۔اس طرح انہوں نے عدلیہ کی بحالی کی تحریک کو اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کیلئے استعمال کیا جو 2013ء کے انتخابات میں ان کی کامیابی کی اہم وجہ بنی۔

اب 14 اگست 2014ء نزدیک ہے جب پاکستانی قوم کو طاہر القادری کے معجزاتی انقلاب اور عمران خان کی جانب سے لانگ مارچ کے نتائج کا انتظار ہے۔دونوں ہی دھمکیاں دے رہے ہیں کہ وہ نواز شریف کو ان کی کرسی سے ہٹا کر عنان اقتدار اپنے ہاتھوں میں لے لیں گے۔عمران خان اس بات کی یقین دہانی کرا رہے ہیں کہ اگر انہیں اقتدار ملا تو وہ پاکستان کو مثالی ریاست بنا دیں گے۔درحقیقت یہ انقلاب لانے والوں کی خواہشات پر مبنی کھوکھلے دعوے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ لانگ مارچ کے مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے ان کا "ہوم ورک" مکمل نہیں ہے۔ان کا انجام بھی بے نظیر بھٹو کے 1992ء والے لانگ مارچ کی طرح ناکامی ہی ہوگا' جہاں انہیں لاڑکانہ میں نظر بند ہونا پڑا اور ان کی والدہ نصرت بھٹو کو لہو

لہان ہو کر ہسپتال منتقل ہونا پڑا۔ابھی کل طاہرالقادری کے کارکنوں کو حکومت کے ساتھ جھڑپوں میں شدید ضربیں لگی ہیں،اور وہ جلسہ کرنے میں ناکام رہے ہیں۔اب دیکھنا یہ ہے کہ ۱۳۔۱۴ اگست کو عمران خان کا کیا حشر بنتا ہے،اگرچہ انھیں قتل کرنے کی قطعا کوئی ضرورت دکھائی نہیں دیتی۔البتہ گزشتہ چند دنوں میں رونما ہونے والے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں حضرات ''جنگ جیتنے کیلئے بالواسطہ حکمت عملی'' پر عمل پیرا ہیں جس کا مقصد عوامی طاقت سے بدامنی پھیلا کر حالات کو اس نازک موڑ پر لے آنا ہے کہ حکومت کو مجبور ہو کر سول انتظامیہ کی مدد کی خاطر آرمی کو بلانا پڑے۔عمران خان نے تو پہلے ہی کہنا شروع کر دیا ہے کہ ''حالات کو سنبھالنے کیلئے حکومت آرمی کو بلانے کا فیصلہ کر چکی ہے۔''اور یہی عمران اور قادری کا مقصد ہے۔ جہاں تک طاہرالقادری کے انقلاب کا سوال ہے تو شاید خود انہیں بھی انقلاب کی سختیوں اور اس کے نقصان دہ اثرات کا اندازہ نہیں ہے۔ماضی قریب میں ایران اور افغانستان جیسے ممالک ہی انقلاب کی سختیوں کو برداشت کر سکے ہیں جبکہ یوگوسلاویہ،چیکوسلواکیہ،عراق اور یوکرائن جیسے ممالک انقلاب کے جھٹکوں کو برداشت نہیں کر سکے ہیں کیونکہ پاکستان کی طرح یہ ممالک بھی من حیث القوم اندر سے اتنے مضبوط نہیں ہیں کہ انقلاب کی سختیوں کو برداشت کر سکیں۔لہذا ہمیں انقلاب کے کھوکھلے نعروں کو فوری طور پر رد کر دینا چاہیئے اور نظام کی تبدیلی کیلئے آئینی اور جمہوری راستہ اختیار کرنا چاہیئے جس سے قانون کی حکمرانی کے تقاضے پورے ہوتے ہوں۔

مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اس تحریک کے پس پردہ کوئی سیاسی و نظریاتی ایجنڈا کارفرما ہے۔غور فرمایئے کہ ماضی قریب میں الجیریا اور مصر میں کس طرح سے سیاسی اسلام کو سیکولر اسلام سے تبدیل کر دیا گیا ہے۔پاکستان میں شروع ہونے والی اس تحریک کا مقصد بھی کہیں ایسا ہی تو نہیں؟ جب 2013ء میں طاہرالقادری انتخابات کی تیاری کو روکنے کیلئے پاکستان آئے تھے کیونکہ انہیں نواز شریف کی کامیابی کا قوی یقین تھا لیکن قادری صاحب PPP حکومت سے مذاکرات کے بعد پسپا ہو گئے تھے۔حد تو یہ ہے کہ عمران خان نے بھی پاکستان پیپلز پارٹی کے بدترین دور حکمرانی پر انگلی تک نہیں اٹھائی تھی لیکن اب دونوں مسلم لیگ کی دائیں بازو کی حکومت کے درپے ہیں۔

نظریہ پاکستان ایک مقدس امانت ہے جس کی تشریح ہمارے آئین میں ان الفاظ میں کی گئی ہے: ''پاکستان کا نظام جمہوری ہوگا جس کی بنیاد قرآن و سنہ کے زریں اصولوں پر مبنی ہوں گی۔''یہی ہمارا قومی نظریہ حیات بھی ہے جس کی حفاظت ہم سب پر لازم ہے اور حب الوطنی کا تقاضا بھی ہے۔

گوشہ فاروقی صاحب:

خطاب: مولانا عبدالقیوم حقانی*

الحاج شفیق الدین فاروقیؒ کا سانحۂ ارتحال

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے منتظم' ماہنامہ الحق کے رفیق' شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق کے داماد' مولانا حامد الحق حقانی اور مولانا راشد الحق سمیع حقانی کے بہنوئی الحاج شفیق الدین فاروقی طویل علالت کے بعد ۲۶ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ...... اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ تدفین کے موقع پر شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کے حکم پر جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مقبرۂ حقانیہ میں حاضرین سے مولانا عبدالقیوم حقانی کا خطاب: جوادارتی کالم میں بطور تعزیتی شذرہ کے شریک اشاعت ہے۔ (مرتب: حبیب اللہ حقانی)

....

خطبہ مسنونہ کے بعد:

بزرگانِ محترم اور سامعینِ مکرم! سیدی وسندی واستاذی المکرّم شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہم کا حکم ہے کہ اس موقع پر میں دینی حوالے سے کچھ معروضات عرض کروں۔

الحاج شفیق الدین فاروقی بارگاہِ رب میں ہیں۔ ماہِ مبارک کی ستائیسویں (۲۷) شب ہے۔ لیلۃ القدر کی مبارک رات ہے۔ جنازہ میں علماء' مشائخ' محدثین' مدرسین' طلباء' حفاظ' قراء' صالحین اور عامۃ المسلمین نے شرکت فرمائی۔ جو ان کی بخشش' مغفرت اور بارگاہِ رب میں وسیلۂ نجات کا مؤثر ذریعہ ہے۔ علاوہ ازیں خود مرحوم کے لئے شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق' شیخ الحدیث مولانا انوارالحق ماہنامہ الحق اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے نسبت' تعلقِ خاطر' خدمت اور وابستگی ایک عظیم وسیلۂ مغفرت ہے۔ شفیق مرحوم نے جوانی میں بارگاہِ ربّ میں اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ خود کو علماء کی خدمت کے لئے پیش کردیا، اور وقف ہوگئے۔

جوانی کے جذبات' امنگیں' ولولے' پھر سرکاری ملازمت' بھرپور وسائل' علاوہ ازیں اپنے خاندان اور

* مہتمم جامعہ ابوہریرہ' خالق آباد نوشہرہ

برادری کی دنیوی عظمتیں، شان و شوکت اور جاہ و جلال، دنیا داری اور دولت کی چمک دمک جیسے پر کشش رونقیں چھوڑ کر مرحوم نے خود کو علماء کی خدمت کے لئے وقف کردیا۔ بلکہ علم اور علماء کے بحرِ خدمات میں ڈوب گئے......

شناوران محبت تو سینکڑوں ہیں مگر
جو ڈوب جائے وہ پکا ہے آشنائی کا

انہیں جوانی میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی خدمت اور رفاقت کے مواقع میسر ہوئے۔ ان کی دعائیں ملیں۔ ان کی توجہات کے منظورِ نظر ٹھہرے۔ اور یہ ان کی خدمات، خلوص، محبت اور ایثار و قربانی کا ثمرہ تھا کہ وہ حقانی خاندان کے فردِ فرید بن گئے۔ شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کی دامادی کا شرف بھی حاصل ہوا۔

شفیق بھائی کا تعلق و محبت صرف خدمات، محض رشتہ داری اور خاندانی وضع داریاں نبھانے تک محدود نہ تھا بلکہ آزمائش، امتحانات، ابتلاء آت اور ہمہ جہتی صبر آزما صعب ترین مراحل سے انہیں گذار کر تکوینی طور پر کندن بنا دیا گیا۔

انہیں ماہنامہ الحق کی خدمت کا موقع ملا، انہیں سیاست میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور مولانا سمیع الحق کے ساتھ ایک مخلص کارکن اور وفادار و جان نثار سپاہی کا کردار ملا۔ انہیں سفر و حضر اور ملک و بیرون ملک کے طویل ترین اسفار میں شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کے ساتھ خوب رفاقت و خدمت کے مواقع ملے۔

انہیں جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے تعمیری اور انتظامی امور میں بھر پور مخلصانہ کام کے وسیع میدان ملے اور میں سمجھتا ہوں کہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے بانی ارکان کی طرح شفیق مرحوم بھی گویا "بنیاد کے پتھر" ہیں جو بظاہر کسے نظر نہیں آتا مگر ساری عمارت کا دارومدار اسی پر ہوتا ہے۔ جس کی قدر معمار جانتا ہے یا اللہ ہی جانتا ہے کہ اس عمارت میں "بنیاد کے پتھر" کی کیا حیثیت ہے۔

علماء، صلحاء، اہل اللہ کی صحبت، خدمت، ان کے مجالس اور دعاؤں کے اثرات اور ثمرات ہوتے ہیں جو ان کے ہم نشینوں پر مرتب ہوتے ہیں۔ آج جو شفیق بھائی کو اتنا بڑا جنازہ ملا، علماء صلحاء، شیوخ اور اساتذۂ علم طلبہ اور صالحین کا جنازہ میں اژدحام تھا اور سامنے دارالحفظ اور مشرقی جانب دارالحدیث اور مغربی جانب ترکستان کے طلبہ کی تلاوت، مطالعہ حدیث اور تدریس علم کی فضائیں، اور حقانی قبرستان کی ہوائیں اور جنت کا ماحول ملا۔ یہ سب حقانی اولیاء کی برکتیں ہیں۔

شفیق بھائی کو اللہ پاک نے بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ اخلاق' تواضع' نماز کی پابندی' جماعت کا اہتمام' فقراء اور مساکین کی خدمت اور سرپرستی کے ساتھ ان کا سب سے بڑا وصف فروتنی' عاجزی' انکساری اور فنائیت تھا۔ موصوف نے خود کو مٹا دیا تھا۔ اس کی مثال عرض کئے دیتا ہوں:

''احقر جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں شفیق صاحب کے دفتر کے متصل اپنے دفتر میں مصروفِ کار تھا۔ میرا دفتر ہی میرا دارالتصنیف تھا جو موتمر المصنفین کا ایک حصہ ہے۔ احقر دفتر سے نکلا اور کونے میں واقع باتھ روم چلا گیا، دیکھا تو کموڈ بند تھا، سارا کموڈ گندگی سے بھرا ہوا تھا۔ احقر فوراً باہر آ گیا اور ظاہر ہے کہ چہرے پر ناگواری کے آثار بھی آئے ہوں گے۔ سامنے سے شفیق بھائی آ رہے تھے۔ انہوں نے میرے تیور پڑھ لئے۔ میں تو اپنے دفتر چلا گیا اور وہ سیدھے باتھ روم گئے۔ دیکھا تو گندگی سے بھرا ہوا تھا۔ تیزی سے واپس لوٹے اور چند لمحے بعد کموڈ کھولنے والا پمپ ساتھ لائے۔ انہوں نے بڑا خوب صورت سوٹ پہنا ہوا تھا اور اپنی وضع قطع کا لحاظ کئے بغیر باتھ روم میں چلے گئے اور دروازہ بند کر دیا۔ آٹھ دس منٹ بعد باہر نکلے تو ان کا لباس آلودہ تھا۔ پمپ سے چھینٹیں اڑی ہوں گی۔ ان کا پورا جسم گندگی سے شرابور تھا مگر بایں ہمہ ان کے چہرے پر پریشانی بلکہ ناگواری تک کے آثار نہ تھے۔ مجھے بڑی خندہ جبینی سے مسکراتے ہوئے فرمایا: ''حقانی صاحب! آپ تشریف لے جائیں صفائی ہوگئی ہے''۔

میں نے چند لمحے قبل یہی واقعہ استاذ مکرم شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہم کو سنایا تو حضرت نے ارشاد فرمایا: ''شفیق بھائی نے حضرت مدنی کی سنت زندہ کردی، اور ان کی یاد تازہ کردی''۔ بہر حال تواضع' فنائیت ان کی افتادِ طبع تھی۔

احقر نے اپنی ڈائری میں یہ چشم دید واقعہ محفوظ کرلیا تھا اور اس کے ساتھ ایک بزرگ کا یہ ارشاد بھی نقل کر دیا تھا کہ بظاہر بڑے بڑے پارسا' بڑے دیندار' بڑے اصحاب جبہ و دستار مگر باطن میں دنیا کے پجاری و پرستار' جب مرتے ہیں تو ان کا بڑا جنازہ ہوتا ہے، اور لوگ ان کی مدح و توصیف اور ان کے کمالات کے گن گاتے ہیں مگر جب انہیں قبر میں رکھا جاتا ہے تو ان کی شکل کتے اور خنزیر میں بدل جاتی ہے کہ وہ ''الدنیا جیفة وطالبھا کلاب'' (دنیا ایک مردار حیوان ہے اور اس کے طلب کرنے والے کتے ہیں) کے مصداق ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات ایک عام سَچا اور سُچا مسلمان مرتا ہے نہ تو اس کے علم و تقویٰ کے چرچے ہوتے ہیں اور نہ ہی اس کو جبہ و دستار کی زیبائش حاصل ہوتی ہے اور نہ جنازہ میں اژدحام ہوتا ہے مگر جب اس کو قبر میں رکھا

جاتا ہے تو قبر اس کے لئے جنت کا باغیچہ بن جاتا ہے۔

شفیق بھائی اگر چہ نہ تو محدث تھے، نہ شیخ التفسیر، نہ مفتی تھے اور نہ قاضی، نہ امام تھے اور نہ خطیب، نہ مصنف تھے اور نہ مبلغ، نہ کوئی رسمی عالم بلکہ انگریزی پڑھے ہوئے، مگر بایں ہمہ ان کی زندگی کا ہر لمحہ، انگ انگ اور کروٹ کروٹ ایک عظیم ادارہ اور علماء حق کی خدمت کے لئے وقف تھی۔ یقیناً ان کی مرقد مبارک ان کے لئے جنت کا باغیچہ بن گئی ہوگی۔

ہاں مجھے مرحوم کے ساتھ پندرہ سولہ سال تک مل کر کام کرنے کے مواقع ملے۔ میں نے انہیں بہت قریب سے دیکھا۔ لالچ، طمع، حرص دنیا کی محبت اور دنیوی رونق چمک کا انہیں کوئی حرص نہیں تھا۔ اور اس کے حصول کے لئے انہوں نے کبھی بھی کوئی ایسا اقدام نہیں اٹھایا جس سے ان کی زر پسندی ظاہر ہوتی ہو۔

وہ چاہتے تو محلات کھڑے کر سکتے تھے، چاہتے تو پلازے بنا سکتے تھے، چاہتے تو بڑی جائیداد بنا سکتے تھے۔ وہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے ساتھ رہے جب حضرت ایم این اے تھے۔ کوئی پچیس (۲۵) تیس (۳۰) سال تک شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کے پارلیمانی مساعی کے زمانے میں ان کے دست و بازو بن کر کام کرتے رہے۔ دونوں حضرات کی تمام چابیاں ان کے ہاتھ میں تھیں۔ وہ ان کے نام کو استعمال کر کے بھی بہت کام کر سکتے تھے اور بہت کچھ بنا سکتے تھے۔

مگر جس طرح دونوں شیوخ اپنے پارلیمانی دور سے فارغ ہوئے اور فقر و فاقہ مستی پر انہیں ناز تھا، اسی طرح شفیق بھائی کا دامن بھی صاف رہا۔ اور کسی بھی کاروبار، مالی اثاثہ، سرمایہ کے بغیر مقروض جہانِ فانی سے رخصت ہوئے اور محدود تنخواہ پر اپنی اولاد اور خاندان کی خدمت کرتے رہے، اور اپنے ہاتھوں کی کمائی سے گذر اوقات کرتے رہے۔

گذشتہ سال ایک مرتبہ استاذ مکرم شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہ کے دولت کدہ پر ان کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو اچانک شفیق بھائی سے ملاقات ہوگئی۔ مجھے ہاتھ سے پکڑا اور فرمایا میرے ساتھ چلو۔ وہ مجھے جدید دارالحدیث لے گئے۔ دارالحدیث کی مرمت، رنگ و روغن اور غالباً کارپٹ ڈالنے کا کام کرا رہے تھے۔ مجھے مکمل بریفنگ دی اور اپنے تمام کاموں سے آگاہ فرمایا۔

اس کے بعد مجھے اس کمرے میں لے گئے جہاں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے ان کے حیات میں

استعمال ہونے والے ان کے تبرکات پڑے تھے۔ شفیق بھائی نے انہیں بڑی حفاظت سے سجا بنا رکھا تھا۔ مجھے خیروبرکت کے لئے اسی چارپائی پر بٹھا دیا جو حضرت شیخ کے استعمال میں تھی۔ بتانا یہ ہے کہ حضرت شیخ کی وفات کے بعد بھی ان کے زیر استعمال یادگار چیزوں کو بڑے سلیقے سے رکھنے' سجانے اور تبرک حاصل کرنے کی مساعی سے اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ اہل اللہ سے انہیں کس قدر تعلقِ خاطر اور والہانہ محبت تھی۔

الغرض اپنے کتب خانہ کے کام کے ساتھ ساتھ وہ وقت نکال نکال کر جامعہ حقانیہ کے انتظامی امور میں خدمات بھی بلا معاوضہ انجام دیتے تھے اور اس پر وہ خوش رہتے تھے۔

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کو جو دیوبند ثانی کا مقام ملا، لاریب یہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی کرامت' ان کے لائق و فائق فرزندان مولانا سمیع الحق اور مولانا انوارالحق کی حسن تدبیر اور حکیمانہ طرز عمل ہے۔ جس نے حقانیہ کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں اس میں مولانا سمیع الحق کی فراست بھی ایک مؤثر عنصر کے طور پر شریکِ عمل ہے کہ انہوں نے اپنے عظیم کام' عظیم مشن' جامعہ کی خدمت کے لئے شفیق مرحوم جیسے مخلص خدام اور وفادار کارکنوں سے اپنی ٹیم کے لئے انتخاب کیا ہے۔ جو روشن دماغ' عالی فکر' دیانت دار' اور باکردار ہیں اس لئے کیمیا اثر ہیں۔ شفیق مرحوم جیسے باتدبیر ساتھی مٹی کا ڈھیلا ہاتھ میں لیں تو اسے سونے کی ڈلی بنا دیتے ہیں۔ اور اگر ٹیم کے ساتھی کوڑھ مغز سطحی اور پست ہوں، دیانت دشمن اور نمائش پسند ہوں تو پھر قدرت کا اٹل اصول ہے کہ خدا ایسے لوگوں کے فیصلوں' فکروعمل اور کردار سے برکت اٹھا لیتا ہے۔ ان کے دن راتوں کی طرح مٹیالے اور ان کے دل جرموں کی طرح کالے بنا دیتا ہے۔ ان کے دماغ بنجر' ان کی آنکھیں بے نور' اور ان کے کان سماعت سے محروم کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جب کسی کو قدرت کے انتقام کا نشانہ بناتے ہیں تو یہ نہیں کہ دن کی روشنی میں کسی کے سر پر ڈنڈا مار دیتے ہیں۔ وہ کرتے یہ ہیں کہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ان کی عقل کی ''مت'' مار دیتے ہیں۔

شفیق بھائی کو اللہ تعالیٰ نے عظیم کام کے لئے چنا تھا۔ وہ عظیم کام کر گئے۔ وہ ایک عظیم ادارے کے کارکنوں میں ''بنیاد کے پتھر'' کی حیثیت رکھتے تھے۔ جب تک ادارہ قائم ہے اور اللہ کی وسیع دھرتی پر ادارے کے فضلاء کام کررہے ہیں تب تک بانیینِ جامعہ کی طرح شفیق مرحوم اور ان جیسے مخلص خدام کے لئے صدقہ جاریہ بھی قائم ہے۔ اور یہ نسلاً بعد نسلٍ قائم رہے گا ان شاء اللہ۔

ضبط وترتیب: مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی*

ساعتے با اہلِ حق

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہ کے ساتھ

ایک علمی اور ادبی نشست کی مختصر روئیداد

الحاج شفیق الدین فاروقی کے حوالے سے ایمان افروز گفتگو

(۲۶ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ/ ۲۴ جولائی ۲۰۱۴ء) عیدگاہ میں شفیق الدین فاروقی مرحوم کی نماز جنازہ پڑھنے کے بعد عیدگاہ سے متصل مقبرۂ حقانیہ کی طرف آتے ہوئے شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ جو مخلصین و محبین' علماء و عامۃ المسلمین میں گھرے ہوئے تھے، استاذ مکرم مولانا عبدالقیوم حقانی پر نظر پڑی تو انہیں اپنے قریب بلالیا۔ مولانا حقانی نے تعزیتی کلمات کہے تو مولانا سمیع الحق مدظلہ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ اور ارشاد فرمایا:

ہر کام میں پیش پیش:

شفیق الدین فاروقیؒ میرے سفر و حضر کے مخلص وفادار' عقل مند اور سمجھدار ساتھی تھے۔ والدِ مکرم شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی خدمت وصحبت نے ان میں خلوص و محبت اور للّٰہیت کے جذبات کو دو آتشہ کر دیا تھا۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا تعمیری کام ہو' ماہنامہ الحق کی اشاعت اور انتظامی امور ہوں' جامعہ حقانیہ کے جدید و عظیم دارالحدیث کی تعمیر کا مرحلہ ہو یا دورۂ حدیث کے طلبہ کے لئے وسیع و کشادہ چہار منزلہ احاطہ کی تعمیر ہو' شفیق الدین فاروقی پیش پیش رہے۔

مولانا مفتی محمودؒ سے بے تکلفیاں:

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق نے ارشاد فرمایا: شفیق الدین فاروقی کو خدمت' اطاعت اور بزرگوں سے محبت اور سلیقہ مندی سے اسے نباہنے کی بہترین صلاحیتیں ودیعت ہوئی تھیں۔ وہ اپنی

* ناظم تعلیمات جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد نوشہرہ

والہانہ اداؤں اور عاجزانہ وخادمانہ افتادِ طبع سے بزرگوں کے دل موہ لیتے تھے۔ قائد ملت مولانا مفتی محمودؒ کو بھی ان سے حد درجہ محبت' اور بے تکلفی تھی۔ تحریکِ نظام مصطفیٰ میں جب مجھے اور میرے ساتھ شفیق صاحب کو ہری پور جیل منتقل کیا گیا تو حضرت مفتی صاحب نے فرمایا: ''میری دلی خواہش تھی اور رب سے دعا بھی مانگتا تھا کہ سمیع الحق اور شفیق کو پشاور جیل کی بجائے یہاں ہری پور جیل لایا جائے۔ مفتی صاحب کے اصرار پر ہمیں حضرت مفتی صاحب کے احاطہ نمبر ۹ میں رکھا گیا۔ چنانچہ مفتی صاحب شفیق مرحوم کے ساتھ مزید بے تکلف ہوگئے۔ سالن بنانے اور مختلف چیزوں کے پکانے میں دونوں مشاورت کرتے تھے۔ حضرت مفتی صاحب مرحوم شفیق صاحب کو پکانے کے طریقے بھی بتاتے تھے اور عملاً معاونت بھی کرتے تھے۔

اشارۂ ابرو کو سمجھنے کی صلاحیتیں:

بلکہ وہ ہمارے انجینئر بھی تھے اور نقشہ نویس بھی' وہ میرے ساتھ بیٹھ کر مشورہ کر لیتے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے دانائی اور زیرکی سے نوازا تھا۔ انہیں اشارۂ ابرو کو سمجھنے اور تعمیل وتکمیلِ حکم کی صلاحیتوں سے قدرت نے نوازا تھا۔ نقشے کے حوالے سے میرا آئیڈیا لے کر پنسل سے نقشہ بناتے، جو میرے تصور کے عین مطابق ہوتا۔ جدید دارالحدیث کی عظیم تعمیر انہی کی معاونت سے تشکیل پائی اور مکمل ہوئی۔

جان پر کھیل کر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا تحفظ کیا:

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ: سیاسی میدان میں اول روز سے انہوں نے ایک بنیادی کارکن کا کردار ادا کیا۔ جب وزیر اعلیٰ نصر اللہ خٹک نے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی طرف سے کاغذات واپس لینے کے جعلی دستاویزات داخل کئے اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اس سلسلہ میں عدالتی کاروائی کے لئے اسلام آباد پہنچنا چاہتے تھے تو صوبائی حکومت نے انہیں بروقت عدالت میں پہنچنے سے اپنے تمام تر حکومتی وسائل استعمال کر کے روکنا چاہا۔ اٹک اور پھر ترنول کے پھاٹکوں پر پولیس نے گھیراؤ کیا مگر شفیق الدین فاروقی جان پر کھیل کر حکومت کے مذموم مساعی اور بھرپور تعاقب کے باوصف عدالت میں انہیں پہنچا کر رہے اور اپنے ہدف میں کامیاب ہوئے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی ایک کرامت:

استاذ مکرم مولانا عبدالقیوم حقانی نے حاضرین مجلس سے ایک دلچسپ واقعہ بیان کرتے

ہوئے کہا کہ شفیق بھائی نے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے سانحۂ ارتحال پر ماہنامہ الحق کی خصوصی اشاعت کے لئے اپنے مشاہدات لکھواتے ہوئے ایک دلچسپ قصہ سنایا تھا۔ انہوں نے کہا کہ گرمیوں کے دن تھے، راولپنڈی میں ایک جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ نے فرمایا کہ یہاں مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب کے مدرسہ میں آرام کرلیتے ہیں اور عصر کے وقت اکوڑہ کے لئے روانہ ہوجائیں گے، ان شاء اللہ افطار اکوڑہ میں گھر پر کریں گے"۔

چنانچہ واپسی پر مانسر کیمپ کے قریب اچانک گاڑی خراب ہوگئی۔ حضرت نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا خیریت ہے، شاید گرم ہونے کی وجہ سے گاڑی بند ہوگئی ہے۔ میں دیکھتا ہوں۔ مجھے اندازہ ہوا کہ ریڈی ایٹر میں پانی کم ہے، قریب ہی سے پانی لے کر آیا اور دو ڈبے پانی ڈالا۔ لیکن پھر بھی کم محسوس ہوا۔ چار پانچ ڈبے ڈالنے کے بعد میں ششدرہ گیا۔ حیرانگی کی انتہا نہ رہی کہ پانی نیچے نہیں گرتا اور ریڈی ایٹر بھی خالی ہے۔ پریشان ہوکر اسی حالت میں گاڑی سٹارٹ کرنے کی کوشش کی تو گاڑی سٹارٹ ہوگئی۔ حضرت نے فرمایا: چلو بیٹے' اللہ مدد کرے گا۔ اور ہم اس صورت میں روانہ ہوئے کہ گاڑی کے انجن سے عجیب وغریب قسم کی آوازیں آرہی تھیں۔ سخت جھٹکے لگتے تھے۔ گاڑی خود بخود چلتے چلتے بند ہوجاتی تھی اور پھر روانہ ہوجاتی تھی۔ اسی حالت میں جب ہم گھر کے دروازے پر پہنچے تو مغرب کی اذان ہورہی تھی۔ حضرت کے ارشاد کے مطابق ہم افطاری کے وقت گھر موجود تھے۔

دوسرے دن صبح مکینک (مستری) کو بلایا اور گاڑی چیک کرائی تو اس نے کہا کہ اسے ورکشاپ میں لے جاکر انجن کھولنا پڑے گا، تب صحیح صورت حال کا اندازہ ہوسکے گا۔ اور جب انجن ورکشاپ میں کھولا گیا تو میری حیرت کی انتہاء نہ رہی اور ششدرہ رہ گیا (جو ایک ٹیکنیکل آدمی ہی سمجھ سکتا ہے) کہ انجن میں دو پسٹن ٹوٹے ہوئے تھے۔ کنکٹِنگ راڈ (conacting rod) ٹوٹنے کے بعد انجن کو بھی توڑ چکے تھے، موبل آئل اور پانی یکجا ہوگئے تھے۔ ایسی صورت میں کسی بھی انجن کا سٹارٹ رہنا بظاہر اسباب ناممکن ہے۔ یہ انجن مرمت کے قابل بھی نہ تھا۔ دوسرا انجن خرید کر اس گاڑی میں لگایا گیا۔ بہرحال عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ گاڑی صرف کرامات پہ چلتی رہی اور اللہ پاک غیبی مدد کرتے رہے۔

مولانا سمیع الحق کی اشکبار آنکھیں:

شفیق الدین فاروقی کا تذکرہ اور ان کی تاریخی خدمات و رفاقت اور تمام تر پس منظر بیان کرنے کے دوران شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہم فرطِ غم سے نڈھال تھے۔ آواز گلوگیر تھی اور آنکھیں پرنم تھیں۔

بعد میں استاذ مکرم مولانا عبدالقیوم حقانی نے فرمایا: ''برادرم شفیق الدین فاروقی کا اور کچھ بھی عمل نہ ہو مگر مولانا سمیع الحق مدظلہ کا ان کیلئے یہ دردِ دل' یہ شہادت اور گریہ اور فراق کے آنسو بھی نجات کیلئے کافی ہیں۔

سامعین و حاضرین کی آنکھیں پرنم تھیں:

اس موقع پر شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہ مقبرۂ حقانیہ کی طرف چلتے ہوئے رک رک کر مولانا حقانی کو جو درد بھرے واقعات سناتے رہے، اس سے ساتھ چلنے والے رفقاء بھی محظوظ ہوتے رہے۔ جب دارالحفظ کے سامنے پہنچے، میں نے دیکھا تو ساتھ چلنے والے سب حاضرین و سامعین کی آنکھیں پرنم تھیں۔ مگر میری بدنصیبی تھی کہ لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے میں قریب نہ پہنچ سکا اور بُعد کی وجہ سے حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی باتیں بھی نہ سمجھ سکا۔

شاہ عبداللہ کی دعوت اور تکوینی نظام:

استاذ مکرم مولانا حقانی نے اس رمضان میں سفرِ عمرہ کے لئے شاہ عبداللہ کی مولانا سمیع الحق کو دعوت اور تکوینی امور کے حوالے سے کوئی بات چھیڑی تو شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق نے ارشاد فرمایا:

جی ہاں! بہت سی باتیں تکوینی ہوتی ہیں اور وقوع کے بعد جب حقائق کھلتے ہیں تب سمجھ آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کیا تھی؟

شفیق مرحوم کے سانحۂ ارتحال سے قبل ہم خاندان کے دس افراد عمرہ کے لئے تیار تھے، اور عزمِ مصمم کر رکھا تھا مگر تاخیر ہوتی رہی۔ اللہ پاک نے اس سے قبل حج و عمرہ کا ارادہ کر لینے کے بعد کبھی بھی سفرِ حج و عمرہ سے ہمیں محروم نہیں فرمایا۔ شفیق صاحب مرحوم اکثر حج اور عمروں میں ساتھ ہوتے، اب کے بار تاخیر ہوتی رہی حتی کہ جب شفیق صاحب کا انتقال ہوگیا، ۲۷ر رمضان کی مبارک شب، اسی روز سعودی سفارتخانہ کے قائم مقام سفیر جناب جاسم صاحب نے ان کی وفات کے دو گھنٹے بعد فون

کیا، تعزیت کی اور ساتھ ہی شاہ عبداللہ کی طرف سے شاہی اضیاف کے طور پر خاندان کے دس افراد کو سفرِ عمرہ کی دعوت دی، مولانا نے شکریہ ادا کیا اور اس حادثہ کی وجہ سے دعوت قبول کرنے سے معذرت کی مگر شفیق مرحوم کے سانحہ کی وجہ سے ہم لوگ جا نہیں سکے، تب معلوم ہوا کہ اللہ پاک نے ہمیں اب تک کیوں روکے رکھا۔ گویا تکوینی طور پر اپنے بندوں کو بتا دیا گیا کہ مجھ سے گلہ نہ کرو میں نے تمہیں اسلئے روک دیا تھا کہ تم لوگ شفیق صاحب کے آخری لمحات کی خدمت' نماز جنازہ' تدفین اور تعزیت سے محروم نہ رہو، ورنہ زندگی بھر یہ حسرت رہتی کہ ہم لوگ مرحوم کے آخری لمحات میں ان کی خدمت' نماز جنازہ اور تدفین میں شریک نہ ہو سکے اور حق رفاقت ادا کرنے سے محروم رہے۔

الحاج ایوب مامون کا دلچسپ ارشاد:

ارشاد فرمایا: الحاج ایوب مامون صاحب نے کراچی سے تعزیت کرتے ہوئے فرمایا کہ شفیق مرحوم طویل عرصے سے خود کو ستائیسویں (۲۷) رمضان تک کھینچتے رہے۔ بالآخر اس میں وہ کامیاب ہوگئے اور اللہ نے ان کو ستائیسویں رمضان کی شب کو اپنے ہاں بلا لیا۔

منامی تبشیرات:

مولانا راشد الحق سمیع حقانی نے بتایا کہ ایک صاحب نے ولی کامل حضرت مولانا رحیم اللہ باچا صاحبؒ اضاخیل بالا کو خواب میں دیکھا کہ شفیق صاحب پر ہاتھ ڈالے ہوئے ان پر شفقت و محبت کی نظرِ عنایت رکھے ہوئے ہیں۔

مولانا عرفان الحق حقانی نے کہا کہ ہاں! شفیق صاحب کو بھی حضرت باچا صاحبؒ سے بے حد محبت تھی۔ وفات سے تین روز قبل کہا کہ مجھے باچا صاحب کے پاس لے جاؤ کہ ان سے ملاقات کو جی چاہتا ہے۔ پھر کہا کہ مولانا حافظ محمد ابراہیم فانیؒ صاحبؒ سے بھی ملاقات کیلئے جانا چاہتا ہوں مجھے ان کے ہاں لے چلئے۔

قرب وصال کی بشارتیں:

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق نے فرمایا: وفات سے قبل اہل خانہ سے کہا ''میرا اڑن کھٹولا تیار کھڑا ہے میں جانا چاہتا ہوں''۔ پوچھا گیا کہاں ہے؟ اشارہ سے کہا' دارالعلوم میں، پھر کہا عیدگاہ کے قریب، (یہیں مقبرۂ حقانیہ ہے۔) __ ایک مرتبہ فرمایا: شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی ڈرائیوری کے

لئے جانا چاہتا ہوں، چونکہ حضرت کی زندگی میں ان کی عموماً ڈرائیونگ کی خدمت کرتے رہے، آخرت میں بھی ان کی رفاقت کے اشارے مل رہے تھے۔

تدفین کا عمل شروع ہوا تو مقبرۂ حقانیہ میں تین کرسیاں لائی گئیں۔ شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق، شیخ الحدیث مولانا انوار الحق تشریف فرما ہوئے۔ استاذ مکرم مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ کو مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اپنے پاس بلا کر اپنے ساتھ بٹھایا، اور مجھے اپنے دونوں اساتذۂ کرام کے قدموں میں بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

مقبرۂ حقانیہ کی تجویز و تشکیل: شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہ فرما رہے تھے، مقبرۂ حقانیہ کی تجویز، نقشہ اور تشکیل میں بھی شفیق الدین فاروقی میرے ساتھ شریک تھے۔ جب دارالحفظ کی تعمیر ہو رہی تھی۔ والد مکرم شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے اس کا سنگ بنیاد رکھا۔ ان کے ساتھ حاجی محمد یوسف، حاجی غلام محمد، ناظم مولانا سلطان محمودؒ اور الحاج سید نور بادشاہ و دیگر اراکین بھی تشریف فرما تھے۔ میرے دل میں اللہ نے حقانیہ کے لئے اپنے قبرستان کی تجویز القاء فرمائی۔ میں نے شفیق الدین فاروقی سے مشورہ کیا۔ انہوں نے میرے آئیڈیا کے مطابق نقشہ بنایا۔ بعد میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے ہم نے تذکرہ کیا کہ دارالحفظ کے باہر یہ چھوٹا خطہ مقبرہ حقانیہ کے لئے مخصوص کیا ہے، اشارتاً ہم نے گویا حضرت سے ان کی آخری آرامگاہ کی منظوری لینا چاہی تو انہوں نے بڑے غور سے بات سنی، اور خاموش ہوگئے۔ ان کے چہرے کی بشاشت اور اندازِ سماعت سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اس پر راضی ہیں۔ اور الحمدللہ کہ جب قبرستان بنا اور سب سے پہلے ناظم سلطان محمودؒ کی تدفین ہوئی تو حضرتؒ حیات تھے۔ نماز جنازہ بھی انہوں نے پڑھائی تھی اور تدفین میں آخر تک تشریف فرما تھے۔

شیخ الحدیث مولانا حقانی نے کہا، ہاں! مجھے بھی یہ سارا منظر کل کی طرح یاد پڑتا ہے۔

مولانا سلطان محمودؒ کی تمنا: مولانا سلطان محمود کی تمنا تھی اور بارہا اس خواہش کا اظہار بھی کیا تھا کہ جب مجھے موت آئے تو شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے قدموں میں ہی جاں جانِ آفریں کے سپرد ہو۔ پھر تکوینی طور پر وہی ہوا جو وہ چاہتے تھے۔ خدام نے حسنِ اتفاق سے چادر ڈال کر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ کو جنازگاہ کے ساتھ لگی ہوئی عیدگاہ کی بنیاد پر بٹھا دیا۔ حضرت عیدگاہ کی بنیاد پر تشریف فرما تھے، پاؤں لٹکے ہوئے تھے۔ قبر جنازہ گاہ میں اسی دیوار نما بنیاد کے ساتھ کھودی جا رہی

تھی۔ جب میت قبر میں رکھی گئی تو دنیا نے دیکھا، اور دیکھنے والے بہت لوگ حیات ہیں اور گواہ ہیں کہ وہی منظر تھا جو حضرت ناظم صاحب کی تمنا تھی۔

شیخ الحدیثؒ کے قدموں میں:

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہ نے فرمایا: شفیق صاحب کے ساتھ بھی تکوینی طور پر وہی معاملہ ہوا۔ ان کی قبر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے قَدَمَیْن سے قریب بنی، اور قَدَمَیْن میں آنے کی نسبت کی سعادت انہیں حاصل ہوئی۔

دارالحدیث کا نقشہ اور جگہ کا تعین تکوینی امور ہیں، روزانہ لاکھوں کی تعداد میں درود شریف

استاذ مکرم حضرت حقانی صاحب نے عرض کیا: حضرت! جب دارالحفظ کا نقشہ آپ بنا رہے تھے اور قبرستان کے لئے جگہ تجویز ہو رہی تھی تو کیا اس وقت جدید دارالحدیث کی موجودہ تعمیر بھی آپ حضرات کی تجویز میں تھی؟ ارشاد فرمایا: نہیں! یہ خود شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی کرامت ہے کہ انہیں دارالحفظ اور اور دارالحدیث کے درمیان میں قبرستان ملا۔ اِدھر سے حضرت کو قرآن سنایا جارہا ہے اور اُدھر دارالحدیث سے یہاں قبرستان میں استاذِ حدیث کے درسِ حدیث کی آواز صاف سنائی دیتی ہے۔ روزانہ پندرہ سو (۱۵۰۰) طلباء حدیث پڑھتے ہیں، لاکھوں کی تعداد میں درود شریف پڑھا جارہا ہے اور مقبرۂ حقانیہ میں حضرت شیخ الحدیث سمیت تمام مرحومین اس کے برکات سے مالا مال ہورہے ہیں۔ شفیق صاحب بھی خوش نصیب اور سعادت مند ہیں کہ انہیں بھی اپنے شیخ کے قدموں میں' مقبرۂ حقانیہ میں' دارالحدیث اور دارالقرآن کے درمیان جگہ مل گئی ہے۔

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کی آرزو: اس موقع پر شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہ کی آواز بھرا گئی اور آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا: شفیق خوش نصیب ہیں انہیں حقانی قبرستان میں جگہ مل گئی، خدا کرے کہ ہمیں بھی یہیں جگہ نصیب ہو اور ہماری غفلتیں اور سیآت اس مقدس قبرستان سے ہماری محرومی کا باعث نہ بن جائیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بونس:

دورانِ گفتگو حقانی صاحب نے دریافت کیا کہ ''خطبات مشاہیر'' کا کیا بنا؟ ارشاد فرمایا: دسویں جلد پر کام شروع ہے، عمر' صحت' عوارض' امراض' اسفار اور اشغال کے ہجوم کے باوصف

''خطبات مشاہیر'' پر کام کی خوب خوب توفیق مل رہی ہے۔

اور میں سمجھتا ہوں یہ اللہ پاک کی طرف سے ایک بونس ہے' انعام ہے اور اللہ پاک صحت بھی دیں گے اور زندگی بھی' تاکہ خطبات مشاہیر کے کام کی تکمیل ہو۔

ارشاد فرمایا: بڑے عجیب عجیب نوادر' تاریخی شہ پارے' اکابر و مشائخ کی یادگار تقریریں' شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ' مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ملا محمد عمر' اسامہ بن لادنؒ، شیخ عبدالعزیز بن باز، علامہ محمود صواف، علامہ عبدالمجید زندانی، مولانا عبدالغفور عباسی مہاجر مدینہ، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا احمد علی لاہوری جیسے درجنوں زعماءِ امت اور مشاہیر ملت کے علمی جواہر پارے ہیں۔ ان شاء اللہ چھپیں گے تو امت کو نفع ہوگا اور ہم خدام کی نجات کا وسیلہ بنے گا۔

اس اثناء میں قبر تیار ہوگئی، سرہانے اور قدمین کی جانب قراء نے قرآن پڑھا۔ شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہ نے لوگوں سے فرمایا: سب اطمینان سے بیٹھ جاؤ، حقانی صاحب بیان کریں گے۔ حقانی صاحب سے فرمایا: آپ بیان کرلیں، اور اپنے قریبی خدام سے کہا: بیان ٹائپ کرلو، بعد میں نقل کرکے اسے شائع کریں گے۔ حقانی صاحب نے تعمیلِ ارشاد میں بیان فرمایا، شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کے حکم پر اختتامی دعا بھی حقانی صاحب نے فرمائی۔

اس کے بعد شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہ دارالحفظ میں تراویح اور ختمِ قرآن میں شرکت کے لئے روانہ ہوئے، اور مولانا حقانی اور ہم خدام نے رخصت لی اور جامعہ ابوہریرہ واپس پہنچ گئے۔

ماہنامہ الحق کے ارباب بست وکشاد کی ذمہ داریاں:

راستے میں استاذ مکرم شیخ الحدیث حضرت حقانی صاحب شفیق الدین فاروقی مرحوم کا جامعہ دارالعلوم حقانیہ بالخصوص مولانا سمیع الحق کے حوالے سے ان کی خدمات کا بڑی محبت سے تذکرہ کرتے رہے۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا: کہ مجھے شفیق بھائی کے حوالے سے وہ تمام مراحل مستحضر نہیں ہیں جن سے وہ گزرتے رہے اور خدمات کی تاریخ رقم کرتے رہے، تاہم ماہنامہ الحق' موتمر المصنفین اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے ارباب بست وکشاد کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ایک مخلص کارکن کے کردار کو تاریخ کے حوالے کردیں۔ ''الحق'' کا یہ حق بنتا ہے کہ وہ خصوصی اشاعت کا اہتمام کرے۔ الغرض عنوان جو بھی ہو میری کتاب کی طرح ایک دوسری کتاب ''بنیاد کا پتھر'' لکھی جاسکتی ہے اور خدام و کارکنوں کی دنیا میں ایک مخلصانہ لائحہ عمل کے نشانِ راہ اور روشن سنگ میل لگائے جاسکتے ہیں۔

مولانا عرفان الحق اظہار حقانی *

جناب شفیق الدین فاروقی کی رحلت

ماہنامہ ''الحق'' کے معاون مدیر، جامعہ دارالعلوم کے کوارڈینیٹر، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ؒ کے خادم خاص، مولانا مفتی محمود کے اسارت کے رفیق، حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے خصوصی معاون ،رفیق سفر وحضر اوران کے داماد جناب شفیق الدین فاروقی صاحب تقریباً ڈیڑھ برس کی طویل علالت کے بعد بروز جمعرات ۲۴ جولائی ۲۰۱۴ء بوقت صبح پونے آٹھ بجے انتقال فرما گئے ۔اناللہ وان الیہ راجعون۔ گزشتہ سال ڈاکٹروں نے مرحوم کے کینسر کی تشخیص کی اور یوں پہاڑ کی طرح ایک فولادی شخص کچھ ہی عرصہ میں مشت استخواں بن گیا۔

دیکھو جسے ہے راہ فنا کی طرف رواں ترے محل سرا کا یہی راستہ ہے

حدیث شریف ہے کہ کن عالماً او متعلماً او خادماً ولا تکن رابعاً فتھلك کہ دنیا میں عالم بنو، یا طالب علم اور یا ان کے خادم بن جاؤ اس کے علاوہ چوتھے نہ بنو۔ ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے۔ ہمارے ممدوح شفیق صاحب نے پوری زندگی علم اور اہل علم کی خدمت میں صرف کرکے خود کو کامیاب و بامراد بنالیا۔ اور اِن کی یہی تگ و دو نجات آخرت کا ذریعہ ہوگی۔ اس لئے کہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ المرء مع من احب یعنی انسان جس کے ساتھ محبت رکھے اُسی کے ساتھ قیامت میں اُس کا حشر ہوگا۔

عظیم سعادت : فاروقی صاحب کو اللہ نے ۲۷ رمضان کی رات اور شب جمعہ کی موت جیسی عظیم سعادت سے نوازا۔ دوسری طرف رمضان کی سخت ترین گرمی ان کے رحلت پر نہ صرف خنکی اور ٹھنڈی ہواؤں میں بدل گئی بلکہ آسمان نے بارش برسا کر بکت علیہ السماء (آسمان اس کی رحلت پر رویا) کا منظر پیش کیا۔ جنازہ اِسی روز اکوڑہ خٹک کی عیدگاہ میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی خواہش اور اصرار پر محدث دوران، نمونہ اسلاف شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ کی اقتداء میں پڑھایا گیا۔

---

* مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

جس میں ہزاروں علماء، صلحاء، طلباء دارالعلوم حقانیہ کے وابستگان اور عوام الناس نے شرکت کی، پھر اِنہیں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ، مولانا عبدالحنان جہانگیروی فاضل دیوبند اور مولانا اخونزادہ شیخ الحدیث افغانستان کے پہلو میں راحت دائمی کی جگہ ملی۔

اوصاف وکمالات: اللہ نے اُن کو خودداری، تواضع وانکسار، معاملہ فہمی، جذبہ خدمت، خندہ پیشانی، حلم و بردباری اور تحریر ومطالعہ کے عمدہ ذوق جیسے اعلیٰ صفات سے نوازا تھا۔

وفات سے ایک دو روز قبل گھر والوں سے کہا کہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی ڈرائیونگ کیلئے جارہا ہوں' گویا انہوں نے اپنے چل چلاؤ کی اطلاع دے دی۔ شیخ الحدیث صاحبؒ جب اسمبلی اجلاس کے لئے تشریف لے جاتے تو فاروقی صاحب اکثر اوقات ڈرائیونگ کی خدمت انجام دیتے تھے۔ مرحوم نے ۷۰ء کی دہائی میں اکوڑہ خٹک آکر بانی دارالعلوم حقانیہ اور مولانا سمیع الحق کی صحبت اختیار کی۔ ملکی اور غیر ملکی اسفار میں ان کے معتمدِ خاص کے طور پر ساتھ رہتے اور یہ رشتہ مرتے دم تک نبھاتے رہے۔ چونکہ آپکا تعلق جدید تعلیم یافتہ طبقے سے تھا اس لئے دارالعلوم میں آکر بھی ایک عرصے تک اس کا رنگ آپ پر نمایاں رہا' ماڈرن لباس زیب تن کئے رہتے، تاہم بالآخر اُن کی باطنی نجابت وطہارت نے اِن کی صورت اور حلیہ پر غلبہ پالیا۔

سوانحی احوال: ان کی سوانح کچھ یوں ہے کہ آپ جناب معین الدین بن نظام الدین فاروقی کے ہاں ۲۷ مئی ۱۹۴۹ء کو بابو محلّہ راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ نسلاً آپ فاروقی یعنی حضرت عمر فاروقؓ کے خاندان سے تھے۔ آپکے والد اور دادا مرحوم ہندوستان کے شہر امروہہ سے ہجرت کرکے تقسیم ہند سے قبل یہاں آکر آباد ہوئے۔ میٹرک تک تعلیم کنٹونمنٹ بورڈ سکول راولپنڈی میں حاصل کی اور پھر گورنمنٹ کالج سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۶۸ء میں آپ کے والد جو کہ آرمی ورکشاپ میں ملازم تھے، کراچی منتقل ہوگئے۔ تعلیم کی تکمیل پر آپ کی تقرری ملازمت کے سلسلے میں آرڈیننس اکاونٹ جنرل میں ہوئی۔ پھر آپ کا تبادلہ پی او ایف واہ میں ہوا۔ چند برسوں تک یہیں ملازمت کی۔ مرحوم مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب نئے نئے اکوڑہ خٹک سے جامعہ اسلامیہ راولپنڈی حضرت شیخ الحدیث کی خواہش پر منتقل ہوئے تھے۔ شفیق صاحب کا گھر اس مسجد کے بالکل قریب تھا۔ انکے والد اہل علم سے محبت کی بناء پر قاری سعید الرحمٰن صاحب کی خدمت میں لگ گئے۔ قاری صاحب نے بھی شفیق صاحب

کی ایک بیٹے کی طرح تربیت اور پاسداری کی، مولانا سمیع الحق اور قاری صاحب مرحوم کی بچپن سے جگری دوستی تھی اور ہفتہ دس دن میں قاری صاحبؒ کے ہاں آنا جانا رہتا یہ دوستی شفیق صاحب اور انکے خاندان سے تعارف وتعلق کا بھی ذریعہ بن گئی۔

دارالعلوم حقانیہ کی خدمت سرکاری نوکری سے مستعفی ہونا: رفتہ رفتہ یہ تعلق اتنا مضبوط ہوچلا کہ آپ نے سرکاری نوکری سے استعفیٰ دیکر دارالعلوم حقانیہ کی خدمات کیلئے خود کو وقف کردیا، مادیت اور نفسانفسی کے اس دور میں سرکاری نوکری چھوڑنا اور مدرسے کی معمولی تنخواہ زہد وقناعت بلکہ فقر وفاقہ کو ہنسی خوشی اختیار کرنا بڑے دل گردے کی بات تھی لیکن جن کی نظر اُخروی لازوال انعامات اور سعادتوں پر ہوان کیلئے یہ معمولی بات ہے۔اکوڑہ خٹک آکر پھر آپ اِدھر ہی کے ہوکر رہ گئے__

قناعت اور خودداری کی مثال: اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے ماہنامہ ''الحق'' کی ادارت تصنیف وتالیف، طباعت واشاعت کے کاموں کے علاوہ دارالعلوم کے ہر انتظامی یا تعمیری منصوبوں کو کلیدی کردار ادا کرتے رہے۔مولانا سمیع الحق کے پچیس تیس سالہ پارلیمانی زندگی میں آپ ان کے قریب ترین شخص اور سیکرٹری ہونے کیوجہ سے وزراء اعیان حکومت، سربراہان مملکت تک کی انتہائی بے تکلفی ربط وتعلق اور رسائی حاصل رہی۔وہ اس تعلق سے بڑے کاروباری مفادات حاصل کرسکتے تھے مگر سیاسی میدان میں اس سارے تعلقات سے اپنا کوئی ذاتی فائدہ ،عہدہ ،منصب اور کاروبار تو بڑی بات کہ ایک پائی کا فائدہ بھی نہ اٹھایا جبکہ آخر تک انتہائی تنگی اور عسرت سے وقت گزار کر خدمات انجام دیتے رہے۔ یہ قناعت اور خودداری ایک مثال رہیگی ۔ اکابرین کیساتھ گزرے ہوئے کچھ لمحات کی روداد جواحقر نے اُن سے سُنی وہ پیش خدمت ہے:

۱۹۷۷ء کے ہنگامہ خیز الیکشن اور طوفانی واقعات کے دوران شفیق صاحب نے مولانا سمیع الحق کی رفاقت ومعیت کی خاطر خود گرفتاری دی۔اور آخردم تک ہری پور جیل میں ساتھ رہے۔ جہاں دونوں حضرات کو پہلے سے گرفتار مفتی مولانا محمود کی خصوصی رفاقت ملی۔جس کی تفصیل شفیق صاحب کے قلم سے ''الحق''میں شائع ہورہی ہے۔الیکشن کے آغاز میں مولانا عبدالحق مرحوم کے مخالف امیدوار جناب نصر اللہ خٹک جو سرحد میں پیپلز پارٹی کے وزیراعلیٰ تھے، نے مولانا کے بٹھانے کے لئے ہر ہر حربہ آزمانے کے باوجود کامیاب نہ ہوسکنے پر انہیں جعلی کاغذات کے ذریعے شیخ الحدیث کے الیکشن سے دستبردار ہونے کا اعلان کیا۔معاملہ الیکشن کمیشن لے جایا گیا،صبح اسلام آباد میں پیشی تھی‘ راتوں رات حضرت کو خفیہ اسلام آباد پہنچنا تھا۔ڈرائیونگ شفیق صاحب نے کرنی تھی،حکومت سرحد اور وفاقی حکومت کو پتہ چلا

اور انہیں اسلام آباد داخل ہونے سے روکنے کا منصوبہ بنایا ،اسلام آباد وراولپنڈی کے ترنول پھاٹک پر سرکاری گاڑیوں نے گھیرے میں لے لیا مگر شفیق صاحب نے کمال ہوشیاری سے ساری منصوبہ بندی ناکام بنادی۔ سارے ناکوں پر چکمہ دے کر حضرت کو ایک محفوظ گھر پہنچا دیا۔ حکومت ناکام ہوئی اور مولانا مرحوم کو صبح الیکشن کمشنر جناب سجاد احمد خان کی عدالت میں پہنچا دیا۔

اسمبلی میں حضرت شیخ الحدیث کی معاونت اور ان پر اعتماد کا مظہر: قومی اسمبلی میں صدر ،وزیراعظم یا کسی بھی مرحلے پر ممبران کو ووٹ دینا پڑتا تو قومی اسمبلی کی خصوصی اجازت پر شفیق صاحب کو اسمبلی کے اندر بھی سپیکر کے روسٹرم تک حضرت شیخ الحدیثؒ کو سہارا دینے اور ووٹ ڈالنے میں معاونت کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ یہ حضرت شیخ الحدیثؒ کا ان پر بھرپور اعتماد اور بھروسے کا مظہر ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے بارے میں فرمایا کہ ایک دفعہ میں دفتر الحق میں مصروف کار تھا کہ اچانک دارالعلوم کے ناظم نے مجھے کہا کہ شیخ الحدیثؒ آپ کو یاد فرمارہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہاں ہیں؟ تو بتایا گیا کہ دفتر اہتمام سے گھر کی طرف روانہ ہو چکے ہیں اور سڑک پر گاڑی میں تشریف فرما ہیں۔ میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا کہ کیا ایسی بات ہے کہ سڑک پر رُک کر مجھے یاد کر رہے ہیں۔ حاضر خدمت ہوا اور سلام کیا اور پھر عرض کیا کہ حکم فرمایئے تو حضرت مسکرائے تو سرخ رنگ کا ایک تازہ گلاب کا پھول عنایت کیا اور فرمایا کہ بس یہی دینے کے لئے بلایا تھا۔ اس پھول کی تعبیر شیخ الحدیث کی پوتی سے رشتے کی صورت میں آٹھ سال بعد ظاہر ہوئی۔ شفیق صاحب مولانا عبدالحقؒ کی کرامات کے بارے میں کہتے تھے کہ ایک دفعہ رمضان کے مہینے میں مولانا عبدالحقؒ نے شفیق صاحب کو اطلاع دی کہ راولپنڈی میں ایک جنازہ میں شرکت کیلئے جانا ہے۔ اگر تکلیف نہ ہو تو مجھے پنڈی لے جاؤ۔ یہ وہ زمانہ تھا جب دریائے اٹک پر انگریز کے زمانے کا پرانا پل تھا ، اِس پل سے اکوڑہ اور پنڈی کی مسافت سوا دو گھنٹے سے کم نہ تھی جبکہ جنازہ کیلئے ڈیڑھ گھنٹہ کا وقت رہتا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت ! بظاہر تو پہنچنا مشکل ہے، حضرت نے کہا کہ روانہ ہو جاؤ ان شاء اللہ وقت پر پہنچ جاؤ گے۔ یہ ان کی کرامت تھی کہ ٹھیک ڈیڑھ گھنٹے میں ہم جنازگاہ پہنچ چکے تھے۔

ایک دوسرے موقع پر شیخ الحدیثؒ کو رمضان کے مہینے میں عصر کے بعد اکوڑہ خٹک کیلئے روانہ کیا تو شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ افطار اکوڑہ خٹک میں اپنے گھر پر کریں گے۔ چنانچہ راستے میں مانسہرہ کیمپ کے قریب گاڑی اچانک بند ہوگئی۔ تو حضرتؒ نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ شاید گاڑی گرم ہوگئی ہے۔ میں دیکھتا ہوں۔ مجھے اندازہ ہوا کہ ریڈی ایٹر میں پانی کم ہے' قریب سے پانی لایا اور دو ڈبے ڈالے، لیکن پھر بھی پانی کم معلوم ہو رہا تھا۔ چار پانچ ڈبے ڈالنے کے بعد حیرت کی انتہا ہوئی کہ

پانی نیچے بھی نہیں گرتا اور ریڈی ایٹر بھی نہیں بھرتا ہے۔ پریشان ہوکر اِسی حالت میں بند کرکے گاڑی سٹارٹ کرنے کی کوشش کی اور گاڑی سٹارٹ ہوگئی۔ اسی حالت میں روانہ ہوئے گاڑی کے انجن سے عجیب وغریب آوازیں نکل رہی تھیں اور جھٹکے بھی لگ رہے تھے، کہیں کہیں گاڑی بند بھی ہوجاتی اور پھر دوبارہ راونہ ہوجاتی۔ اسی حالت میں ہم گھر پہنچے تو مغرب کی اذان شروع ہوئی۔ اس طرح حضرت کے ارشاد کے مطابق ہم افطاری کے وقت گھر پہنچ گئے۔ اگلے دن مکینک کو گاڑی دکھائی تو اُس نے پورا انجن کھولا تو دیکھا کہ دو پسٹن اور کنکٹنگ راڈ ٹوٹنے کے باوجود بھی انجن کا سٹارٹ رہنا اسباب کے اعتبار سے ناممکن تھا لیکن اللہ نے ایک ولی کی بات پوری کرنی تھی کہ افطار گھر میں کریں گے۔

اسارت کے دوران حضرت مولانا مفتی محمود کی رفاقت اور یادیں: ہری پور جیل کی ڈائری کے مطالعہ کرنے پر معلوم ہوگا کہ حضرت مفتی محمودؒ صاحب کی فاروقی صاحب مرحوم کے ساتھ کس حد تک محبت، شفقت اور قریبی تعلق خاطر رہا۔ شفیق صاحب لکھتے ہیں

☆ صبح کے وقت احاطہ میں موتیا کے بیلوں سے تقریباً ایک پاؤ کے قریب پھول اترتے ہیں۔ میں انہیں جمع کرکے نصف مفتی صاحب کو دے دیتا ہوں اور نصف مولانا کے کمرے میں رکھ دیتا ہوں جس سے تمام کمرہ کی فضاء معطر ہوجاتی ہے مفتی صاحب نے آج پھول دیکھ کر فرمایا کہ تمام پھولوں میں لطیف ترین پھول گلاب کا ہے۔

☆ دوپہر کے کھانے سے پہلے مفتی صاحب نے ہمیں ایک کنال معلوم کرنے کا طریقہ بتایا اور پھر عملاً مجھے احاطہ نمبر ۹ کی پیائش کرنے کی تربیت دی۔ پھر حالات حاضرہ پر تبصرہ ہوتا رہا۔ رات کا کھانا کھا کر خبریں سنیں۔ مفتی صاحب نے بتایا کہ آج کسی وقت مجھے ایبٹ آباد ریسٹ ہاؤس میں منتقل کردیا جائے گا۔ ہم نے مفتی صاحب کو کہا کہ انکار کردیں۔ ہم بھی رات کو احاطہ نمبر ۹ میں ہی ٹھہر گئے تاکہ رات کو مفتی صاحب کو منتقل نہ کرسکیں۔ (بحوالہ ڈائری)

☆ مفتی صاحب کی بیرک میں اب روز آنے کا معمول بن چکا ہے کہ راقم الحروف اور سمیع الحق صاحب صبح ۱۰ بجے چائے مفتی صاحب کے ہمراہ پیتے ہیں۔ اس دوران کوئی اور شخص موجود نہیں ہوتا اور خوب بات چیت ہوتی ہے کبھی میں اور مولانا سمیع الحق ایک گروپ بن کر مفتی صاحب کو تنگ کرتے ہیں اور کبھی راقم الحروف مفتی صاحب کی تائید کرتے ہوئے مولانا صاحب کو تنگ کرتے ہیں۔ ابھی تک مجھے دونوں حضرات نے نشانہ ہدف نہیں بنایا ہے۔ (بحوالہ ڈائری)

پسماندگان: مرحوم کے پسماندگان میں دو بیٹے عمار شفیق اور حذیفہ شفیق، دو بچیاں اوراہلیہ شامل ہیں۔ جناب شفیق الدین فاروقی کی رحلت نہ صرف حقانی خاندان بلکہ دارالعلوم حقانیہ سے وابستہ لاکھوں علماء وصلحا، کیلئے بہت بڑا سانحہ ءغم اور ناقابل تلافی نقصان ہے۔ ان کی تعزیت کا سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔ مدارس میں ان کے ایصال ثواب کیلئے قرآن خوانی کی جارہی ہیں۔

قارئین سے بھی مرحوم کی مغفرت ورفع درجات اور پسماندگان کے صبر کیلئے دعاؤں کی اپیل کی جاتی ہے۔

ادارہ

شفیق فاروقی کی رحلت پر سینکڑوں خطوط میں سے چند

تعزیتی خطوط

● مکرمی ومحترمی حضرت مولانا سمیع الحق — 12 اگست 2014

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! یہ جان کر بہت افسوس ہوا کہ آپ کے داماد جناب مولانا شفیق الدین فاروقی صاحب قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے مرحوم داماد کی مغفرت فرمائے اوران کی قبر کو جنت کے باغوں میں تبدیل فرمائے' آپ اور تمام سوگواران کوان کی جدائی کا صدمہ صبر وحوصلہ کے ساتھ برداشت کرنے کی توفیق بخشے' آمین

براہ کرم آپ میری طرف سے تمام اہل خانہ کومیرا سلام اور پیغام تعزیت وتسلی اوردعائیں پہنچادیں۔ممنون ہوں گا۔

والسلام خاکسار...... سراج الحق (امیر جماعت اسلامی پاکستان)

● مکرمی ومحترمی حضرت مولانا سمیع الحق صاحب — 03 اگست 2014

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! یہ جان کر بہت افسوس ہوا کہ آپ کے داماد محترم الحاج شفیق الدین فاروقی صاحب قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے ہیں۔اناللہ وانا الیہ راجعون

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے' تمام گناہوں اور خطاؤں سے درگذر فرمائے' تمام نیکیوں اور حسنات کوقبول فرمائے' خاص اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اوران کی قبر کو جنت کے باغوں میں تبدیل فرمادے۔آمین

حقیقت یہ ہے کہ اس جہان کی ہر شے عارضی ہے یہاں کی خوشی بھی عارضی ہے اورغم بھی' جبکہ اس دوسرے جہاں کی ہر شے دائمی ہے وہاں کا غم بھی دائمی ہے اور خوشی بھی۔ اسی طرح یہاں کا ملاپ بھی عارضی ہے اور جدائی بھی' جبکہ اس دوسرے جہان کا ملاپ بھی ہمیشہ کے لئے ہے اور جدائی بھی! پس اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو وہاں اپنی جنتوں میں ملادے' جس کے بعد نہ کوئی جدائی ہے اور نہ ہی کوئی غم ، انشاء اللہ

میری طرف سے بعد سلام سب اہل خانہ تک تعزیت کے یہ الفاظ اورمیرے جذبات پہنچا دیجئے گا۔ ممنون ہوں گا۔امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ اللہ سبحانہ اپنے حفظ وامان میں رکھے اور ہم سب کواپنی رضا جوئی میں لگائے رکھے۔امین۔ والسلام خاکسار...... سید منور حسن (سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان)

● My Dear Moulana Sahib! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

The sad news of demise of your son in law, Shafique ud Din Farooqi (late) has pained me and my entire family. While only you and your family can feel the full impact of this colossal loss, we all share in your grief nonetheless.

My family joins me in expressing these feelings. Kindly convey our sentiments to the other family members, as well.

May Almighty Allah rest the departed soul in eternal peace and grant you and the family strength to bear this irreparable loss with perseverance and fortitude. Aamin!

Yours sincerely,

(راجہ ظفر الحق سینیٹر) Raja Muhammad Zafar ul Haq

● Respected Moulana Sami ul Haq (شیخ جاسم، قائم مقام سفیر سعودی عرب)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

I am deeply grieved to hear about the sad demise of your son-in-law Mohammad Shafiq.I would like to extend to you and members of your family my heartfelt sympathies and profound condolences. I pray Almighty Allah to grant the departed soul eternal paradise and to give you and members of your family, the courage to bear this great loss. انا للہ وانا الیہ راجعون ——— With my best regards

Your brother in grief.

Jassim M.Al-Khaldi (Charge d' Affaires, a.i.)

● محترم جناب مولانا سمیع الحق صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کے داماد کی وفات کا سن کر دلی افسوس اور رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائیں۔ یقیناً موت ایک اٹل حقیقت ہے کہ جس کا سامنا ہر انسان کو کرنا ہوتا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ آمین ثم امین۔ آپ کا خیر اندیش

میجر جنرل محمد طیب اعظم (انسپکٹر جنرل فرنٹیئر کور)

● سیدی وسندی ومولائی حضرت اقدس مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدہ ۲۵۔ جولائی ۲۰۱۴ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آج علی الصباح اخبار میں یہ اندوھناک خبر پڑھ کر دل سکتہ میں آ گیا کہ ہمارے مخدوم مولانا شفیق الدین فاروقی اس جہان فانی سے عالم بقا کو رحلت فرما گئے ہیں۔ موصوف آپ کے دست و بازو‘ معتمد خاص اور انتہائی رازدان تھے، انہوں نے طویل زندگی آپ کے زیر سایہ اور آپ کی خدمت میں بسر فرمائی۔ یقیناً ان کی جدائی آپ کے لئے عظیم صدمہ اور ناقابل برداشت غم والم کا باعث ہے۔ لیکن اللہ جل مجدہ نے نظام کائنات کچھ ایسا ترتیب دیا ہے کہ ہر آدمی اس کے سامنے بالکل بے بس ہے۔

اللہ رب العزت مرحوم کے سیات سے صرف نظر فرمائے ان کی حسنات کو شرف قبولیت سے نوازے اور اس مقدس ماہ مبارک کے طفیل ان کی مغفرت فرمائے ،قبر کو منور فرمائے اور جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔ان دنوں مجلہ الحق میں ۱۹۷۷ء کی اسارت کی داستان پڑھ بھی رہا تھا کہ وہ اللہ کو پیارے ہوگئے۔حق تو یہ تھا کہ حاضر خدمت ہوکر تعزیت کرتا لیکن علالت کے باعث مجبور ہوں۔

فقط والسلام: مولانا محمد عبدالمعبود عفی اللہ عنہ (مصنف تاریخ مکہ ومدینہ) راولپنڈی

● مکرمی ومحترمی حضرت مولانا سمیع الحق 05 اگست 2014

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! جان کر بہت افسوس ہوا کہ آپ کے داماد قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ان کی نیکیوں کو شرف قبولیت بخشے‘ان کے گناہوں کو معاف کرے‘ ان کے درجات بلند کرے اورانہیں اعلیٰ علیین میں مقام بلند سے نوازے اور متاثرہ خاندانوں کو صبر جمیل سے نوازے۔امین

نظام قدرت ہے کہ جس نے دنیا میں آنا ہے، اس نے اپنے مقررہ وقت پر اس دار فانی سے کوچ کرنا ہے‘ بس ہروقت یہ دعا کرنی چاہیے کہ خاتمہ ایمان کی حالت میں ہو اور زندگی میں اللہ تعالیٰ ہم سے دین کا کام لے لے۔ امین۔براہ کرم آپ میری طرف سے تمام اہل خانہ کو تعزیت اور حوصلہ کا پیغام دیجئے۔ممنون ہوں گا۔

والسلام : لیاقت بلوچ (سیکرٹری جنرل جماعت اسلامی پاکستان)

● محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب زیدت معالعکم !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اخبار میں برادرم محمد شفیق صاحب کی رحلت کی خبر پڑھی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔موت تو ایک اٹل حقیقت ہے اور ایسی حقیقت کہ ہر ایک نے اس کا سامنا کرنا ہے۔اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ۔ اب عملاً تو ہر ایک نے اس کو ماننا اور ماننا بھی ہے کہ کوئی مفر نہیں۔اگر چہ فلسفیانہ مباحث ہیں اس کے تصورات مختلف بیان کئے جاتے ہیں کہ زندگی کیا ہے؟ عناصر میں ظہور ترتیب۔موت کیا ہے انہیں اجزاء کا پریشان ہونا لیکن دینی تصور میں تو یہ صرف ترتیب عناصر اور اضطراب عام نہیں۔ایک حقیقت ہے جو حقائق کا دروازہ تو کیا دروازے کھول دیتا ہے۔یہ آنکھیں بند رہتی ہیں جب تک کھلی رہتی ہیں اور کھل جاتی ہیں جب بند ہو جاتی ہیں اور وجہ ظاہر کہ اعمال جو بھی ہوں نفس ناطقہ میں اس کا صرف تصور نہیں اور یہ نفس ناطقہ جب بدنی علائق سے چھٹکارا حاصل کر جاتا ہے تو وہاں سے اعمال کا انعکاس شروع ہو جاتا ہے جو اولین مرحلہ میں تو راحت والم قبر و برزخ اور عاقبت میں جنت و دوزخ کی شکل میں نمودار ہوتا ہے،تو کہنے کا مقصد یہ تھا کہ ہر ایک نے مرنا بھی ہے اور ہر ایک نے سامنا بھی کرنا ہے۔برادرم محمد شفیق صاحب بھی وفات پا گئے‘البتہ اس کی زندگی کے حوالے سے اس کیلئے خیر ہی دیکھتے ہیں کہ

آپ سے تعلق ہوا،دوستی ہوئی،خدمت ہوئی،رفاقت کی اور ایسی کہ اپنے اقارب واعزہ سے آ کر آپ اور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے خاندان کے ایک فرد بن گئے۔ ہمارے اور ہندو پاکستان و بنگلہ دیش وافغانستان کے علماء وفقہاء ،مجاہدین ومحدثین کے شیخ ومربی حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں لگے رہے اور دن رات لگے رہے اور حضرت صاحبؒ کی جو خدمات ہیں عالم اسباب کے ایک سبب ہونے کے ناطے برادرم محمد شفیق صاحب کا اس میں ایک موثر حصہ ہے اور پھر آپ کے زیر سایہ آپ کے دینی اور سیاسی خدمات کے نہ صرف نقیب اور ساتھی تھے بلکہ ایک بہت بڑا سہارا بھی تھے، مجھے تو نہ صرف دارالعلوم میں یا آپ کے ساتھ اسفار میں شریک رہنے میں بلکہ ہری پور میں اسارت کے دوران برادر مرحوم کی رفاقت وخدمت بھی یاد ہے کہ آپ کی وجہ سے ہماری بھی خدمت کرتے اور ردارالعلوم کے مخلصین کا جب تذکرہ ہو تو شفیق مرحوم کا ذکر کئے بغیر ادھورا ہوگا بلکہ ناانصافی ہوگی بلکہ سچ پوچھئے تو مجھے تو شفیق مرحوم کے اس وقت کی خدمات کی زیادہ قدر ہے جب وہ بظاہر مغربی تہذیب کے ایک نوخیز جوان جو داڑھی بھی نہ رکھتے تھے کہ اس نے صرف ملازمت نہیں کی بلکہ وفاشعاری کی ایک مثال قائم کی تھی۔گزشتہ بار جب میں دارالعلوم آیا تو اس سے ملنے کا متمنی تھا کہ کسی نے بیماری کا بتادیا تھا لیکن دارالعلوم کی اپنی ایک شان ہے اور اپنا ایک اثر۔اور وہاں پر درس لینے کے بعد ہمارے بھائی یعنی طلبہ دارالعلوم اپنی محبت کا جس طرح اظہار کرتے ہیں کہ سب کچھ بھول جاتا اور میں نے وہاں سے نکلنے کے بعد کہا کہ دارالعلوم بھی افغانستان ہے جس میں داخل ہونا تو آسان ہے لیکن اس سے نکلنا بہت مشکل ہے۔لیکن خیر ماشاء اللہ وما قدر ملاقات نہ ہوسکی۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ کریم برادر مرحوم کی خدمات ووفاشعاری کو اس کی مغفرت اور درجات عالیہ کا ذریعہ بنا دے اور اس کی اولاد پر برکتوں کا نزول فرمائے۔امین۔اور آپ سب کو اس صدمے کے برداشت اور اجر سے نوازے۔امین

والسلام: قاضی فضل اللہ

مذہبی سکالر وفاضل دارالعلوم حقانیہ' سابق ایم این اے، اسلامک سنٹر کیلیفورنیا امریکہ

● محترم المقام عزت ماب قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب ۲۲/اگست ۲۰۱۴ء

سلام مسنون! مزاج گرامی! انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے ماہنامہ مجلہ صدائے ختم نبوت کے ذریعہ آنجناب کے داماد شفیق الدین فاروقی کے انتقال پُر ملال کا علم ہوا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے درجات بلند فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔قائد اہل سنت مولانا محمد احمد لدھیانوی مدظلہ العالی' میں اور ہماری جماعت اس غم میں آپ کے ساتھ برابر شریک ہیں۔انشاء اللہ باقاعدہ حاضری بھی ہوگی۔ والسلام آپ کا مخلص ......ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں، مرکزی جنرل سیکرٹری اہلسنت والجماعت

● مکرمی ومحترمی حضرت مولانا سمیع الحق صاحب۔امیر جمعیۃ علماء اسلام (س) July 24,2014

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! جناب شفیق الدین فاروقی صاحب کی وفات کی خبر نہایت افسوسناک ہے یہ جان کر دلی افسوس ہوا۔فاروقی صاحب سے ماضی میں کئی دفعہ ملاقات ہوئی۔نہایت شریف النفس اورنیک سیرت شخصیت تھے۔ ماہنامہ ''الحق'' کیلئے ان کی خدمات بے پناہ اور قابل تعریف ہیں جو ہمیشہ یادرہیں گی۔انکی یہ ناگہانی وفات پر مجھے ازحد افسوس ہے۔میری طرف سے آپ اور انکی فیملی کیلئے دلی تعزیت ہے۔

مخلص: آصف علی صدیقی (سفارت خانہ سعودی عرب،اسلام آباد)

● بزرگوارم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کے داماد جناب شفیق الدین فاروقی مرحوم ومغفور کی وفات کا سن کر دلی رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب حضرات کوصبر عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

اشرف علی مروت (ڈپٹی کمشنر انکم ٹیکس ایبٹ آباد)

● جناب مولانا صاحب!

سلام مسنون! اخبار سے محترم شفیق الدین فاروقی صاحب کی وفات کا پتہ چلا۔ بہت افسوس ہوا۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ان پر اپنی رحمتیں برسائے۔ والسلام طالب دعا...... پروفیسر ڈاکٹر رضا محمد خان (پشاور)

● برادر گرامی حضرت مولانا سمیع الحق صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مجھے آپ کے عزیز شفیق صاحب کے انتقال کا سن کر بڑا دکھ محسوس ہوا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔اللہ تعالیٰ ان کی کامل مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ دیں اور آپ سب کو صبر جمیل پر اجر جزیل عطا فرمائے۔امین۔ والسلام...... (ڈاکٹر حافظ قاری) فیوض الرحمٰن

● جناب قائد جمعیت استاد العلماء مولانا سمیع الحق صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! کافی دنوں سے تعزیتی خط لکھنے کا ارادہ کررہا ہوں مگر بوجوہ نہ لکھ سکا' آج فرصت ملی تو لکھنے بیٹھ گیا۔آپ کی اپنی صحت کیسی ہے؟ دارالعلوم سے نکلے ہوئے کافی سال ہوگئے ہیں مگر وہ پرکشش بہاریں، رونقیں' دینی مجلسیں یاد آنے پر بے چین کرتی رہتی ہیں' خدا آپ کے چمنستان کو آباد رکھے۔آپ کے قریبی رشتہ دار جناب شفیق الدین صاحب بھی اس دار فانی سے رحلت فرما گئے ہیں ان کے درجات کی بلندی کے لئے دعا گو ہیں،آپ کے لئے صبر خدا سے مانگتے ہیں۔ والسلام ...... مفتی محمد ادریس،انگلینڈ

ان تعزیتی خطوط کے علاوہ سینکڑوں ٹیلیفون کالز پر بھی پوری دنیا سے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اوران کے بیٹوں اور خاندان کے دیگر افراد سے تعزیت کی گئی۔صوبہ خیبر پختونخوا کے وزیراعلیٰ جناب پرویز خٹک صاحب اور گورنر کے پی کے سردار مہتاب خان عباسی صاحب نے بھی خصوصی تعزیتی پیغامات بھجوائے۔

مولانا حامد الحق حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

دارالعلوم کے شب و روز

دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا آغاز اور افتتاحی تقریب: الحمدللہ ۱۶رشوال ۱۴۳۵ھ بمطابق ۱۳راگست ۲۰۱۴ء بروز بدھ کو دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا باقاعدہ آغاز ہوا۔اس سے قبل دارالعلوم کے تمام درجات میں کثیر تعداد میں خالصتاً میرٹ اوروفاق المدارس کی اسناد کی بنیاد پر داخلے ہوئے اور باوجود سخت امتحان (انٹری ٹسٹ) اورقواعدوضوابط کے شعبہ درس نظامی ، حفظ، تخصص وغیرہ میں ہزاروں طلباء کے اس سال الحمدللہ داخلے مکمل ہوئے۔جن میں صرف دورہ حدیث کے طلباء کی تعداد پندرہ سو کے لگ بھگ ہے جبکہ وسائل کی کمی اور حالات کی خرابی کی وجہ سے نہایت سخت قیود وشرائط کا لحاظ رکھا گیا تھا۔افتتاح کے موقع پر دارالعلوم کے تمام اساتذہ' مشائخ وطلباء ایوان شریعت (دارالحدیث) کے وسیع وعریض ہال میں جمع تھے۔حسب سابق پہلے اجتماعی طور پرقرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا۔پھراسکے بعد حضرت مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے درس حدیث ترمذی سے باقاعدہ اسباق کا آغاز کیا۔اس موقع پرآپ نے طلباء سے فضیلت علم، علماء ،طلباء کی ذمہ داریاں، پابندی اوقات اورموجودہ نئے حالات میں دینی مدارس اور علماء وطلباء کو درپیش نئے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کیلئے بھرپورعلمی تیاریوں کے بارے میں نصیحت آموز اور سیر حاصل خطاب فرمایا۔پھر نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے تفصیلی اور ہدایات سے بھرپور جامع خطاب فرمایا۔

ناظم الحق شفیق الدین فاروقی کی تعزیت ودعا کے لئے مہمانوں کی آمد:

مولانا فضل الرحمٰن، مولانا عبدالمالک قادری، مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی، مولانا فدا الرحمٰن درخواستی ،سینٹر طلحہ محمود صاحب، الحاج ہارون محمود صاحب، قاری شیر افضل کراچی، مولانا احمد الرحمٰن فرزند مولانا اسفندیار خان صاحب، میاں نثار گل، ادریس خٹک ،قاری محمد یعقوب ،مولانا عتیق الرحمٰن ، سعد الرشید عباسی ،قاضی عبدالقدیر خاموش، پیر آف مانکی شریف، مولانا شاہ عبدالعزیز ،مولانا عبدالرؤف فاروقی، مولانا عبدالخالق ،مولانا رمضان علوی ،ظہیر الدین بابر، طاہر محمود اشرفی، لیاقت بلوچ، ڈاکٹر فرید پراچہ، معراج الدین صاحبان سمیت دیگر کئی اہم دینی ، مذہبی، سیاسی شخصیات نے مرحوم شفیق الدین فاروقی کی تعزیت کیلئے دارالعلوم تشریف لائے جبکہ بعض اہم رہنماؤں شیخ الحدیث مولانا اسفندیار خان، سابق چیئرمین سینٹ وسیم سجاد، سینٹر مشاہد حسین' عرفان صدیقی صاحبان نے بھی تعزیت کی۔

جمعیت علماء اسلام کے مرکزی مجلس عمومی کا اجلاس

۲۴:اگست ۲۰۱۴ء کو جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں مولانا سمیع الحق صاحب کی زیرصدارت جمعیت کی مرکزی مجلس عمومی کا اجلاس احقر (حامد الحق حقانی) کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا۔جس میں چاروں صوبوں کے عہدیداروں نے شرکت کی اور ملک بھر میں بڑی بڑی کانفرنسیں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا جس سے ان شاء اللہ پاکستان میں اسلامی انقلاب کی جدوجہد کا راستہ ہموار ہوگا۔

موتمر المصنفین کی تصنیفی وتالیفی سرگرمیاں:

- امام الاولیا مولانا احمد علی لاہوریؒ کا شمار برصغیر کے نامور مفسرین میں ہوتا ہے‘ عرصہ دراز تک دورۂ تفسیر پڑھاتے رہے مگر ان کے تفسیری افادات اور آمالی پر کسی نے بھی مرتب اور جامع انداز میں کام نہیں کیا۔مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے ۱۹۵۸ء میں حضرت لاہوریؒ سے مکمل دورہ تفسیر پڑھا اور حضرت کے تمام تفسیری افادات اور آمالی کو من وعن قلمبند کیا۔حضرت لاہوریؒ کی تمام تفسیری افادات پر کام جاری ہے جو کئی جلدوں پر محیط ہوگا۔
- شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے دروس ترمذی کی دوسری جلد حقائق السنن پر کام جاری ہے۔
- جبکہ خطبات مشاہیر کی آخری (بارہویں) جلد تکمیل کے مراحل میں ہے۔
- مکتوبات مشاہیر کی آٹھویں جلد پر بھی کام جاری ہے جبکہ سینکڑوں گمشدہ مزید خطوط کی فائلیں بھی برآمد ہوگئی ہیں۔جس سے اندازہ لگ رہا ہے کہ مکتوبات کی جلدوں کا سلسلہ مزید بڑھے گا۔
- حضرت مہتمم صاحب کی شہرہ آفاق کتاب ’’صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام‘‘ کا نیا جدید ترین انگریزی ترجمہ مزید اضافوں کیساتھ " Taliban as I see them" کے نام سے مکمل ہوگئی ہے۔
- وفاقی مجلس شوریٰ میں ہونے والی اسلامی قانون سازی کے حوالے سے مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی بہترین کاوش ’’پاکستان میں اسلامائزیشن کی جنگ‘‘ کے عنوان سے زیر تکمیل ہے۔

دارالعلوم کی لائبریری کیلئے کتب کا عطیہ: جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے ممتاز فارغ التحصیل حضرت مولانا گل شیر حقانی نے جامعہ کے کتب خانہ کے لیے کئی نادر کتب کا عطیہ دیا ہے،اس سے پہلے بھی وہ قیمتی کتب ادارہ کی لائبریری کے لئے وقف کرچکے ہیں۔موصوف کی ان دنوں ٹانگ ٹوٹ چکی ہے اور دیگر کئی امراض میں مبتلا ہیں‘ براہ کرم عبادت وطاعت کے لئے صحت وعافیت کی دعوات سے قارئین نوازتے رہیں۔

وفیات: پچھلے دنوں دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فاضل مولانا محمد رضا آف چمن ،مولانا حافظ عبدالوارث حقانی وانا وزیرستان،اہلیہ محترمہ حافظ احمد علی کراچی وفات پاگئے ہیں۔قارئین سے دعائے مغفرت کی اپیل کی جاتی ہے۔

محمد اسرار ابن مدنی

تعارف وتبصرہ کتب

● اصول الهدایہ .... مولانا مفتی غلام قادر نعمانی

فقہ حنفی میں شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانیؒ کی تصنیف لطیف الہدایہ کو بلند و بالا مقام حاصل ہے۔تقریباً کم و بیش آٹھ سو سال گزرنے کے باوجود اس کی آب و تاب میں کوئی کمی نہیں آئی ،عالم عرب سمیت برصغیر پاک و ہند کی اکثر علمی درسگاہوں میں شامل نصاب ہے صاحب کشف الظنون نے اس کے متعلق لکھا ہے۔ ان الهداية كالقرآن قد نسخت ماصنفوا قبلها في الشرع من كتب

مصنف ہدایہ کے منفرد طرز و اسلوب کیوجہ سے مختلف محققین نے اس کے مختلف جہتوں پر خامہ فرسائی کی جس میں شیخ کمال الدینؒ کی فتح القدیر، علامہ ابن حجرؒ کی الدرایۃ ، علامہ عینیؒ کی البنایہ،امام زیلعیؒ کی نصب الرایہ اور علامہ عبدالحی لکھنویؒ کے حواشی سمیت درجنوں شروحات وتحقیقات مختلف زبانوں میں متداول اور مشہور ہیں اور تا حال یہ سلسلہ جاری ہے ۔ گویا ہدایہ علوم اسلامیہ کا ایک بحر ذخار ہے جس میں محقق اپنے ذوق کے مطابق غوطہ زنی کر کے لال و گوہر تلاش کرتے رہتے ہیں۔

ہدایہ کی انفرادیت کی ایک وجہ اس کا طرز بیان اور اسلوب ہے جو دیگر کتب فقہیہ سے مختلف ہے مخصوص الفاظ یا مختصر جملوں سے وسیع وعریض مفاہیم کا استنباط صاحب ہدایہ کا کمال خاصہ ہے، مثلاً عقلی دلیل بیان کرتے وقت والفقه في هذا المسئلة ذکر کرتے ہیں جبکہ دلیلی تنویری ذکر کرتے وقت الاترى یا ألا یرىٰ سے تعبیر کرتے ہیں ان کثیر المعانی الفاظ میں سے ایک لفظ "الاصل" ہے جو دلیل ، راجح، مقیس علیہ، استصحابِ حال وغیرہ جیسے مختلف وسیع تر معانی میں مستعمل ہوتا ہے لیکن ہدایہ پڑھنے والے اکثر اس اسلوب بیان اور منتخب عبارات سے نابلد ہونے کی وجہ سے مسائل کی گہرائی و گیرائی کے سمجھنے میں دقت محسوس کرتے ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب دارالعلوم حقانیہ کے ممتاز مفتی و مدرس حضرت مولانا مفتی غلام قادر صاحب نے کئی سالوں کی تدریسی تجربات اور فقہی تحقیقات کی روشنی میں اُصول الہدایہ مرتب کر کے یہ عظیم کارنامہ سرانجام دیا اور طالبانِ فقہ کی مشکل کو حل کیا، جس میں صاحب ہدایہ کے لفظ "الاصل" کو موضوع بحث بنایا ہے اور مختلف

مقامات پر اس کے متنوع معانی و مفاہیم کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ تشریح کرتے وقت اپنے موقف کے اثبات میں مختلف مستند ماٗخذ فقہیہ کو بطور استشہاد پیش کیا ہے۔ یقیناً حضرت مفتی صاحب اوراس کے معاونین اس علمی اور تحقیقی کاوش پر قابل صد تحسین وتبریک ہے۔ یہ علمی اور تحقیقی تحفہ انتہائی مناسب قیمت میں موتمر المصنفین سے دستیاب ہے۔ 0334-9190583

● اسلام میں اسرار کی اہمیت وحفاظت ....مولانا عبدالباقی حقانی

موجودہ دور میں (Secrecy system) ہر ریاست کی ایک بنیادی ضرورت بن چکی ہے بلکہ کسی ریاست کو استحکام اس وقت تک نہیں مل سکتا جب تک وہ ایک مضبوط (Secrecy system) کے مالک نہ ہو۔افسوس ہے کہ بہت سے دیگر شعبوں کی طرح ہم اس شعبے میں مغرب کے لادینی اور الحادی نظریات کی سو فیصد تقلید کرنے لگے ۔اس موضوع کی بے انتہا اہمیت کے پیش نظر مولانا عبدالباقی حقانی نے اس پر قلم اٹھایا ہے اور خوب داد تحقیق دی ہے ۔کم وبیش تین سو (۳۰۰) صفحات پر مشتمل اس کتاب میں فاضل مؤلف نے حفاظت راز کے متعلق بہت سارا قیمتی مواد بڑے سلیقے اور ربط سے اکٹھا کیا ہے۔

کتاب دو ابواب پر مشتمل ہے: پہلا باب بارہ اودوسرا دس فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے ۔دونوں ابواب کے اہم مضامین یہ ہیں: راز کا تعارف، ماہیت، اقسام، راز کی حفاظت قرآن وحدیث کی روشنی میں،صحابۂ کرامؓ اور حفاظتِ راز ،تابعین اور حفاظتِ راز، حکام کیلئے حفاظتِ راز کی اہمیت،حکومتی رازوں کی شرعی حیثیت، افشائے راز کا معنی، طریقے، اقسام ،نقصانات،افشائے راز بطور جرم،اس کی سزا، وہ احوال جن میں افشائے راز جائز ہے وغیرہ۔

ان انتہائی اہم موضوعات کیلئے فاضل مؤلف نے قرآن وسنت سیرت وتاریخ اورفقہ وادب کے ہزراوں صفحات کو بڑی محنت اور دیدہ ریزی سے مطالعہ کیا ہے اور گوہر مقصود کو قارئین کے سامنے رکھ دیا ہے۔

اصل کتاب عربی زبان میں تھی ، اردو قارئین کیلئے اسے مولانا محمد جان حقانی نے ترجمہ کیا۔اردوزبان میں ہماری معلومات کی حد تک اس موضوع پر یہ پہلی کاوش ہے۔دعا ہے کہ اللہ تعالی فاضل موصوف کی اس عظیم کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور ہمارے (Secrecy system) کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے کیلئے سنگِ میل قرار دے۔ ناشر: مکتبہ حقانیہ پشاور، موبائل: 0347-9061408-0332-9957692